المَوَارِدُ الهَنِيَّةَ فِي مَوْلِدِ خَيْرِ البَرِيَّةِ ﷺ (مخطوط)

کا ترجمہ بنام

میلادِ نور ﷺ

مؤرخ مدینہ

امام نور الدین علی بن احمد سمہودی رحمۃ اللہ علیہ متوفیٰ ۹۱۱ھ

ترجمہ و تحقیق

فضیلۃ الاستاذ

مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ

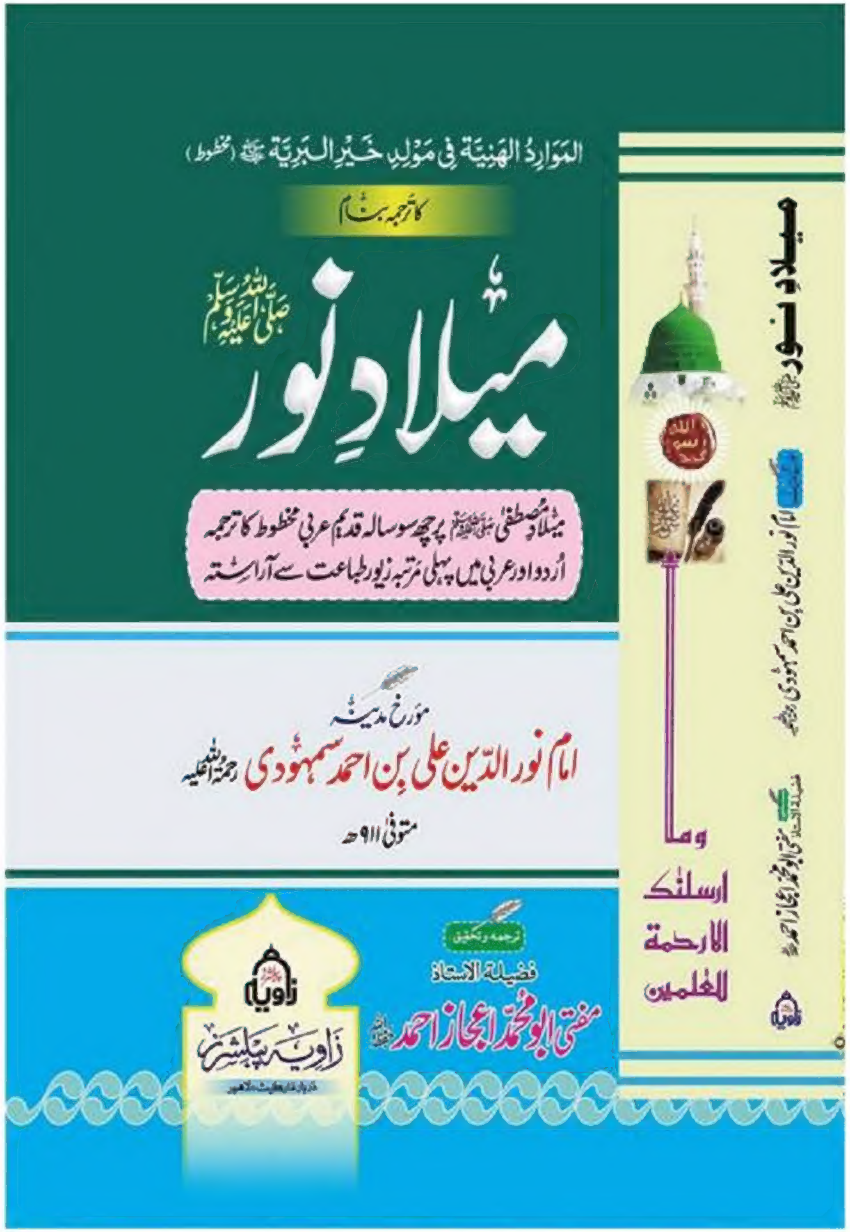

جميع الحقوق محفوظة

نام کتاب	:	المَوَارِدُ الهَنِيَّة فِي مَوْلِدِ خَيْرِ البَرِيَّة ﷺ
تالیف	:	امام نور الدین علی بن احمد سمہودی
ترجمہ و تحقیق	:	فضیلة الاستاذ مفتی ابو محمد اعجاز احمد حفظہ اللہ
تقدیم و نظر ثانی	:	ڈاکٹر علامہ حامد علی علیمی حفظہ اللہ
اشاعت اوّل	:	دسمبر ۲۰۱۴ء / بمطابق ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ
صفحات	:	۱۲۸
قیمت	:	

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱.	عرضِ ناشر	06
۲.	تقدیم	07
۳.	میرا تو سب کچھ میرا نبی ﷺ ہے	13
۴.	شرفِ انتساب	19
۵.	تعارفِ مصنف	20
۶.	خطبۃ الکتاب	30
۷.	قرآن مجید اور شانِ رسول ﷺ	31
۸.	عالم ملکوت میں شانِ احمدی کا ظہور	31
۹.	نسب محمدی کی شان و پاکیزگی	34
۱۰.	جبین عبد المطلب اور نورِ کونین	39
۱۱.	سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا خونی پیراہن	40
۱۲.	زم زم کا کنواں	41
۱۳.	سیدنا عبد المطلب کی منّت	42
۱۴.	قریش کی خواتین اور نورِ محمدی	43
۱۵.	نکاح سیدنا عبد اللہ و سیدہ آمنہ	45
۱۶.	والد ماجد کی وفات	46

۱۷.	آمد مصطفیٰ ﷺ	47
۱۸.	معجزاتِ ولادت	51
۱۹.	نام محمد ﷺ	52
۲۰.	رضاعت	53
۲۱.	حلیمہ سعدیہ کی خوش بختی	53
۲۲.	شق صدر	58
۲۳.	سیدتنا خدیجہ کی حلیمہ سعدیہ پر سخاوت	60
۲۴.	رضاعی بہن کی آمد اور مصطفیٰ کریم ﷺ کی محبت	61
۲۵.	والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر	62
۲۶.	دادا کا وصال اور چچا کا پرورش کرنا	64
۲۷.	تجارتی سفر	64
۲۸.	سیدہ خدیجہ کا مال تجارت	65
۲۹.	تعمیر خانہ کعبہ اور تنصیب حجرِ اسود	66
۳۰.	اعلانِ نبوت ورسالت	67
۳۱.	اوّلین اسلام لانے والے خوش نصیب	68
۳۲.	ابوطالب کا وصال اور مصائب کا آغاز	68
۳۳.	معراج نبوی	69
۳۴.	معراج نبوی اور قریش کے سوالات	71

۳۵.	دعوت و تبلیغ	72
۳۶.	ہجرتِ مدینہ کا سفر	72
۳۷.	فتح مکہ اور بتوں کی رسوائی	74
۳۸.	محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزات	75
۳۹.	خصائص و کمالات کی جھلک	75
۴۰.	حسن اَزل کی تصویر و تنویر	76
۴۱.	شجاعت نبوی اور صحابہ کرام	77
۴۲.	اخلاق و کردار	78
۴۳.	حجۃ الوداع	79
۴۴.	مرض وصال کا آغاز	80
۴۵.	زندگی اور وصال کا اختیار	81
۴۶.	دمِ وصال بھی اُمت کی فکر	82
۴۷.	وصال نبوی	85
۴۸.	تجہیز و تکفین	86
۴۹.	نمازِ جنازہ اور تدفین	88
۵۰.	شہزادی کونین فاطمہ زہراء کی باباجان کے مزار پر حاضری	89
۵۱.	مزارِ نبوی کی برکات تا قیامت رہیں گی	93

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کا بہت شکر واحسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عنایت فرمائی ہے جس کی بدولت آج تک لاتعداد دینی کتابوں کی شاندار طباعت کا فریضہ سرانجام دیا جاچکا ہے اور آئندہ بھی ہم پُرعزم ہے کہ اس کارِ خیر کو جاری رکھیں گے اور اُمت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے بہتر سے بہتر شہ پاروں کو منتخب کر کے منصۂ شہود پر لائیں گے۔

پیش نظر کتاب میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ایک قدیم تصنیف تھی جو آج تک مخطوط ہی کی صورت میں موجود ہے، اسے مخطوط سے براہ راست ترجمہ کرنے کی سعادت **عصرِ حاضر کے محقق اور ممتاز اہل قلم مفتی ابو محمد اعجاز احمد** کے حصہ میں آئی ہے جنہوں نے اپنے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی غرض سے اس کا پہلی مرتبہ اُردو ترجمہ کیا ہے۔

الحمد للہ! ہمارا اِدارہ **زاویہ پبلیشرز** اس کتاب کو دیدہ زیب طرز پر شائع کر رہا ہے تاکہ اہل اسلام اس کے مطالعہ سے فیض یاب ہو سکیں نیز مفتی صاحب کی اس سے قبل ایک شاندار تصنیف بنام **شہنشاہ ولایت سیدنا امام علی رضا** کو بھی ہمارے ادارے نے نہایت شایانِ شان طرز پر شائع کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مصنف و مترجم اور ناشر کو دارین میں اجر و ثواب عنایت فرمائے۔

نجابت علی تارڑ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بُودم

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، خَالِقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِيْن، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى آلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَصَحْبِهِ الْمَهْدِيِّيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ أَجْمَعِيْنَ، يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ.

أَمَّا بَعْدُ:

میلاد اور مولود کا معنی و مفہوم:

یہ عربی زبان کے الفاظ ہیں، جن کا معنیٰ پیدائش اور ولادت ہے، اسی طرح یہ الفاظ پیدا ہونے کے وقت یا زمانہ کے لیے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔
اردو زبان میں اہلِ ایمان کے عرفِ عام میں "رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کا ذکر کرنا، محفلِ میلاد، یا وہ محفل جس میں بصورتِ نظم یا نثر سید عالَم محمد رسول اللہ ﷺ کے فضائل اور ان کی ولادت کا ذکر کرنا" میلاد اور مولود مراد لیا جاتا ہے، یہی مشہور و معروف ہے۔ اہل محبت ماہِ میلاد النبی ﷺ کو "عید میلاد" کا مہینہ بھی کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی مسلم میں معاشرے میں کچھ کلمات رائج ہیں، مثلاً: میلاد شریف اور میلاد النبی ﷺ وغیرہ۔

لہٰذا جس محفل، جلسہ، نشست، کانفرنس یا سیمینار وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے محبوب اکرم ﷺ کی پیدائش، اس سے پہلے رونما ہونے والے واقعات،

اسی طرح پیدائش کے بعد کے واقعات، نسب شریف اور بچپن سے وصال مبارک بلکہ مابعد الوصال کے حالات وواقعات کو بیان کیا جائے، تو وہ بھی "میلاد "ہی کہلائے گا۔

سیرت کا معنی ومفہوم:

"سیرت" عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا اردو میں معنی عادت، خصلت اور خُو وغیرہ کے ہیں۔ یہ کردار کی پاکیزگی، حالتِ باطنی، ذاتی وصف اور خُوبی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ تاہم زیادہ مشہور کسی کی سوانح عمری اور زندگی کے حالات و واقعات کا تذکرہ کرنا سیرت کہلاتا ہے، خصوصاً جب اس لفظ کی نسبت خاتم النبیین ﷺ کی طرف کی جائے تو معنیٰ ہوتا ہے: آپ ﷺ کے حالات اور واقعاتِ زندگی کا تذکرہ کرنا۔

"سیرت" متقدمین کی نظر میں:

متقدمین محدثین وفقہاء کرام کے درمیان اس لفظ کا معنیٰ فقط حبیب خدا محمد رسول اللہ ﷺ کی غزوات ہوا کرتا تھا، اسی لیے ہم اپنے اسلاف کی کُتب میں دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی غزوات اور ان کے متعلقات کو "مغازی وسیر" کے عنوان کے تحت ذکر کیا گیا۔ بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے اس عنوان کو وسعت دی اور اس کے تحت سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ سے وصال تک کے تمام احوال وافعال جن میں خصائصِ نبوت،

عادات اور معجزات وغیرہ کو کُتبِ سیرت میں مختلف ابواب وفصول میں درج کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح خلفاء راشدین، دوسرے صحابۂ کرام، ازواج مطہرات اور آپ کی آل واولاد حیات کے اوراق کو بھی سیرت کے تحت درج کیا جانے لگا۔

سیرت ومیلاد:

مذکورہ بالا گفتگو سے معلوم ہوا کہ میلاد وسیرت میں معنی ومفہوم کے اعتبار سے باہم مناسبت ہے، نیز اگر انہیں ایک دوسرے کا مترادف کہا جائے تو درست ہوگا۔ نیز اگر "میلاد" کے معنی پیدائش لیا جائے تو پھر یہ سیرت کا ایک جُز بنے گا۔ لیکن حیرت ہے "بعض لوگوں" پر کہ "میلاد النبی ﷺ" کے عنوان سے محفل کو تو ناجائز وحرام بلکہ معاذ اللہ ان میں سے بعض بے باک تو اسے "شرک" ٹھہرائیں، جبکہ "سیرتُ النبی ﷺ" کے عنوان سے انعقاد پذیر ہونے والی محافل، مجالس، کانفرنسوں، جلسوں اور سیمیناروں میں شرکت کو خالص "توحید" سمجھیں اور باعثِ اجر جانیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بے تکی سمجھ اور اُلٹی عقل سے ہمیشہ محفوظ رکھے۔ اسی طرح کا معاملہ اعراسِ صحابہ واولیاء کی محافل کا بھی ہے، کہ اہلِ محبت کریں تو منع، وہ خود کسی "دوسرے نام" سے ان کا انعقاد کریں تو۔۔۔۔۔! اسی طرح یہی لوگ عشرۂ محرم، وخلفائے اربعہ کے نام سے منسوب کانفرنسوں، جلسوں اور ریلیوں کا انعقاد کریں تو۔۔۔۔۔! عقل مند را

اشارہ کافی است۔ کیا یہ قانون تو نہیں کہ اگر دوسرا کوئی ان مبارک محافل کا انعقاد کرے تو ناجائز اور خود وہ کریں تو جائز۔۔۔! ایں چہ بوالعجبی است۔۔۔؟

جس کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں جو مدح و ثنا کہی یا لکھی یا قیامت تک لکھے گا، یقیناً اُس نے اپنی شان و مرتبہ کو خدا کی بارگاہ میں بڑھایا اور بڑھائے گا۔

بارگاہِ رسالت کے شاعر سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بات سو فیصد درست ہے کہ

مَا إِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّداً بِمَقَالَتِيْ
وَلٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِيْ بِمُحَمَّدٍ

یعنی: میں اپنے اشعار سے رسول اللہ ﷺ کی ارفع و اعلیٰ شان میں کیا مدح و ثنا پیش کروں گا، بلکہ معاملہ دراصل یوں ہے کہ میں اپنے اشعار کی قدر و شان آپ ﷺ کی مدح و ثنا سے بلند کرتا ہوں۔

علماء کرام نے یہی اعزاز پانے کے لیے اب تک "میلاد شریف" کے موضوع پر دنیا کی مختلف زبانوں بے شمار مختصر و مبسوط کُتب لکھی ہیں۔ ان میں منظوم بھی ہیں اور منثور (یعنی: نثر) بھی۔ سب اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ جو واقعہ یا موضوع اہم ہو، اس پر زیادہ لکھا جاتا اور اپنی تحریرات میں نقل کیا جاتا ہے۔

دلیل کے طور پر یہ عرض کرنا ہے کہ قرآن کریم میں کئی واقعات کی تکرار بھی ان کی اہمیت کی غماز ہے۔

زیر نظر اردو ترجمہ "میلاد نور ﷺ" بھی اسی سلسلہ کی ایک عمدہ کڑی ہے۔ یہ امام نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تصنیفِ لطیف کا ترجمہ ہے، جو تا دمِ تحریر مخطوط ہے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں ابو محمد مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ صاحب جنہوں نے پہلی براہِ راست عربی سے بار اس کا اردو ترجمہ اور تحقیق فرمائی۔ یہ کتاب مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت جامع بھی ہے، کہ اس میں مستند روایات سے میلاد شریف کا بیان کیا گیا ہے۔ مترجم کا میلاد شریف کے موضوع پر چوتھا تحقیقی کام ہے، اس سے قبل وہ درج ذیل تین کُتب پر بھی تحقیقی کام کر چکے ہیں:

۱۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بنام "النعمۃ الکبری" (۲ ایڈیشن)،

۲۔ امام علی بن سلطان ملا علی قاری محدثِ حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی "المولد الروی" (بنام "میلادِ مصطفیٰ ﷺ" (۲ ایڈیشن)

۳۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "حسن المقصد" بنام "میلادِ محبوب ﷺ" (۲ ایڈیشن)۔

یقیناً یہ کاوش بھی رسول اللہ ﷺ سے ان کی والہانہ محبت کی غماز ہے، رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں، مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں:

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے
اُس کا تو بیاں ہی نہیں خود تم جسے چاہو

ہمیں اُمید ہے کہ یہ میلادِ نور ﷺ بھی مقبولِ عام ہو گی، اس لیے کہ یہ اُس ہستی کے ذکرِ خیر پر مشتمل ہے، جو رب العالمین کی کائنات میں شمع کی مانند ہے اور سارا جہاں اس کا پروانہ۔ روزِ اول حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جس کی پر ایمان لانے اور اُس کی مدد و نصرت کا عہد لیا تھا، اُس پاک محفل میں بھی یہی جناب شمع تھی، امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اس محفل پاک کا تذکرہ کرتے ہوئے کیا خوب کہتے ہیں:

خدا خود میر مجلس بود اندر لا مکاں خسرو
محمد شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مترجم، ناشر اور اس کارِ خیر کے معاونین کی اس عظیم کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں دارین کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حامد علی علیمی (عفی عنہ)، کراچی

میرا تو سب کچھ میرا نبی ﷺ ہے

نبی کریم ﷺ کی زندگی سے تعلق کی قولی و عملی وابستگی ہر مسلمان کے لیے از حد ضروری ہے کہ اس تعلق کے بنا ایمانِ کامل کی حلاوتیں اور ایقانِ معرفت کی چاشنی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی، قرآن مجید نے ان کی زندگی اور تعلیمات کے نقوش کی پیروی کے لیے کیسا جامع خطاب فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ترجمہ: "بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے"۔ [الاحزاب ۳۳: ۲۱]

لہٰذا ہر صاحبِ ایمان کو اپنی عارضی زندگی میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکال لینا چاہیے، جس میں وہ اس تعلق کی اُستواری کے لیے کوشاں رہ سکے اور اس کے انعام و اکرام کی لافانی خیرات سے اپنے دامن قلب و جاں کو بھر سکے کہ یہی امور اُخروی نجات کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔

لہٰذا اِس تعلق کی بحالی میں سیرت النبی ﷺ سے معرفت و شناسائی کلیدی اہمیت کی حامل ہے کہ اسی سے اُس جناب والا صفات کے لمحاتِ زندگی کی آگاہی حاصل ہو گی اور عمل کے میدان میں راہیں ہموار ہوتی چلی جائیں گی۔ تو ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے حبیب و کریم ﷺ کی سیرت پر مشتمل اہلِ ایمان

علماءِ اسلام کی تحقیقی تصانیف کو اپنے مطالعہ میں رکھے، جس سے ظاہری طور پر معرفت رسول کے باب وا ہوں گے اور رفتہ رفتہ ایک عام شخص کے پاس بھی اپنے محبوب ﷺ کی بابت معلومات کا اچھا خاصہ مستند ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔

یوں تو سیرت النبی ﷺ کا باب نہایت وسیع اور متنوع حیثیت کا حامل ہے، جسے کسی ایک کتاب تو کجا ایک ملک کے برابر لائبریری میں بھی سمویا نہیں جاسکتا کہ اس حبیب ورحیم ﷺ کی مدح وثنا کی نہ کوئی حد کسی مخلوق کے پاس ہے اور نہ کوئی انتہا واختتام، جس نے اپنی زندگی بھر میں ان کے لیے جس قدر لکھا اخیر میں وہ اہلِ دل زبانِ حال سے یہی کہہ کر رخصت ہوا:

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اِک باب بھی پورا نہ ہوا

سیرت النبی ﷺ کے اسی لامتناہی سلسلے میں سے معرفت کا ایک باب میلاد النبی ﷺ بھی ہے، جس سے بظاہر تو لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ واقعات میلاد کا تذکرہ کر دینا ہی میلاد شریف کہلاتا ہے یا اسی نوعیت کی کوئی تحریر لکھ دینا ہی میلاد کا مقصود ہے، لیکن نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے تو یہ اس باب کی وسعت کا ایک صرف پہلو ہے کہ واقعات میلاد، پیدائش کے لمحے ظہور پذیر ہونے والے معجزات کا بیان یکجا ذکر کر دیا جائے، مگر میلاد النبی ﷺ کا باب سیرت رسول

کی آگاہی کا پہلا و مکمل باب ہے، جس کے بغیر ہم سیرت نبوی کو درست طور پر سمجھ ہی نہیں سکتے۔

اس بات کو اختصار میں یوں سمجھیں کہ آج تک ہزاروں جلیل القدر علماءِ کرام نے اسی میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر تحریرات لکھی ہیں، آخر کیوں؟ کیا انہیں کوئی اور موضوع نہیں ملا؟ انہیں اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وغیرہ یہ تمام باتیں اگر پیش نظر رکھی جائیں اور پھر ان ائمہ کرام کی خدمات کا جائزہ لیا جائے، تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میلاد النبی ﷺ کا موضوع یقیناً ایسی اہمیت کا حامل ہے کہ حدیث و تفسیر کے ائمہ نے بھی اس پر لکھ کر اپنا نام اس ضمن میں رقم کرایا ہے۔

مزید تفصیل میں جائے بغیر صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ سیرت نبوی کے ابتدائی لمحات اگر کوئی جاننا چاہے، تو اسے میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر لکھی گئی تصانیف کا ہی مرہونِ منت ہونا پڑے گا، جس میں نا صرف پیدائش کا ذکر ہے بلکہ خاندانِ رسالت، دورِ جاہلیت، رسوم ورواج، مکہ مکرمہ کی تاریخ، نبوی دور حیات کے مختلف ادوار، بچپن، جوانی، اعلانِ نبوت سے قبل کے مختلف واقعات، سفر تجارت وغیرہ امور بھی موجود ہیں اور ان میں سے بیشتر پر جو مواد میلاد النبی ﷺ کی کُتب میں موجود ہے، وہ کسی اور سیرت کی کتاب میں بھی ویسی جامعیت سے کم ہی میسر آتا ہے۔ لہٰذا میلاد النبی ﷺ پر لکھی گئی کُتب در

اصل عوام الناس بلکہ متوسط اہل علم کے لیے بھی سیرت رسول ﷺ سے رُو شناسی کا بہترین ذریعہ ہے، اسی لیے اکثر علماءِ اسلام نے اپنی گوناگوں مصروفیات سے اوقات کو جُدا کرکے اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر تصنیفات مرتب فرمائیں کیونکہ اس موضوع کے علاوہ ان کی کتابیں ہر کسی کے مطالعہ کی چیز نہیں اب مثلاً امام ابن جوزی کو ہی لے لیں تو بھلا بتائیں کہ ان کی کشف المشکل، العلل المتناہیہ، دفع شبہ التشبیہ، تذکرۃ الاریب ایسی علمی کتابوں سے استفادہ کرنا کس کے بس کی بات ہے اب تو ایسے اہل علم بھی خال خال ہی ہیں جو ان کی غواصی کر کے مسائل کو آسان انداز میں نکال کر اُمت کو سمجھانے کی کامل اہلیت رکھتے ہیں، تو ایسے میں اگر امام ابن جوزی ہی کی مولد النبی ﷺ کو دیکھا جائے تو اس سے اب بھی عمومی فوائد بکثرت وابستہ ہیں، ہمارا یہاں مقصود صرف سمجھانا ہے معاذ اللہ کسی طور پر بھی علوم اسلامیہ کی لازوال اہمیت پر حرف لانا نہیں۔

آمدم بر سر مطلب! کتاب ہذا کے مصنف یعنی: امام علام نور الدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اپنی شہرہ آفاق کتاب "وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفی ﷺ" کے سبب تاقیامت زندہ ہیں کہ تاریخ مدینہ منورہ پر اتنی مفصل و تحقیقی کتاب نہ مصنف کی اس تالیف سے قبل لکھی گئی اور نہ ہی تادم تحریر لکھی جاسکی ہے، اللہ تعالی انہیں امت مسلمہ کی طرف سے بہترین جزا نصیب فرمائے۔

امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں بہت سی علمی و تحقیقی کتابیں لکھیں وہیں میلادِ حبیب ﷺ کے موضوع پر بھی ایک مختصر مگر جامع کتاب بنام "الموارد الهنية في مولد خير البريّة ﷺ" تصنیف فرمائی، جو نہایت عام فہم اور سادہ طرز کی حامل ایک قابل تعریف اور نافع کتاب ہے۔

میری ہر سال یہ کوشش ہوتی ہے کہ دیگر علمی و تحقیقی کتابوں کی تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر بھی کوئی کتاب نامۂ اعمال میں برکت کا باعث بن جائے، اسی لیے گذشتہ چند سالوں سے کچھ کُتب کے تراجم معرضِ وجود میں آئے ہیں، جن میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی "حُسن المقصد فی عمل المولد"، امام ملا علی القاری حنفی کی "المورد الروی فی المولد النبوی" امام ابن حجر مکی کی النعمۃ الکبریٰ کے تراجم شامل ہیں، الحمد للہ یہ تمام ہی تراجم شائع ہوکر دادِ تحسین پاچکے ہیں۔

امسال مجھے ماہِ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ میں آلِ رسول کی ممتاز شخصیت سیدنا امام علی رضا بن موسی کاظم رضی اللہ عنہما پر لکھنے کی توفیق ملی، تو بیس دن میں اللہ تعالی کے فضل و کرم سے ۲۵۶ صفحات کی کتاب مکمل ہوگئی، جسے اہل علم نے بہت سراہا، تو اس کے بعد میلاد النبی ﷺ کے مہینے کی مناسبت سے کسی کتاب کے ترجمہ کی خواہش ہوئی جب تلاش کیا تو اپنے پاس موجود ذخیرہائے کُتبِ میلاد میں یہ مخطوط دیکھائی دیا، انٹرنیٹ کے ذریعے اور کچھ اہل قلم سے اس کے ترجمہ یا عربی

متن کی مطبوعہ نسخہ کی بابت دریافت کیا، تو نفی میں جواب آیا لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کا ترجمہ شروع کیا اور الحمدللہ صرف چند دنوں کی محنت سے ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ شب عاشور میں پایۂ تکمیل کو پہنچا اور یوں یہ کتاب مخطوط سے براہِ راست ترجمہ ہو کر اُردو کے جامے میں منصۂ شہود پر ضو فگن ہو رہی ہے، وللہ الحمد والثناء۔ نیز کاش کوئی صاحب تحقیق اس کے عربی متن کو بھی ایڈٹ کر کے شائع کر دے تو ایک اچھا کام اور میلاد النبی ﷺ کے کتب میں ایک عمدہ اضافہ ہو گا۔

میرے اس کام میں پہلے کی طرح ڈاکٹر علامہ حامد علی علیمی حفظہ اللہ نے نہایت سعی فرمائی اور تصحیح و نظر ثانی کرتے ہوئے کمپیوٹر پر اس کی مکمل تزئین کا کام بھی سر انجام دیا، نیز میرے بے لوث دوست شیخ الحدیث مفتی عطاء اللہ صاحب نعیمی حفظہ اللہ نے بھی عدیم الفرصتی کے باوجود مکمل نظر ثانی فرمائی، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دے اور ان کی محبت کو حاسدین کی نگاہوں سے محفوظ رکھے، نیز ناشر کتاب ہذا اور جملہ معاونین کو بھی دارین میں اپنے شایانِ شان اجر سے مالا مال فرمائے۔ آمین

اعجاز احمد

0321.2166548

aijazalqadri@hotmail.com

شرفِ انتساب

خوشبوئے رسول

سیدنا حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

کی بارگاہ میں

جو آج سے ۱۳۴۰ سال قبل میدانِ کربلا میں سرخرو ہو کر

اُمت مسلمہ کو نشانِ منزل دے گئے

"طالب نگاہ و کرم"

ابو محمد اعجاز احمد

Contact: 0321.2166548

aijazalqadri@hotmail.com

تعارفِ مصنف

مورخ مدینہ امام نور الدین علی بن احمد سمہودی[1]

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

ابو الحسن نور الدین علی بن قاضی عفیف الدین عبد اللہ بن احمد بن ابو الحسن علی بن ابو روح عیسیٰ بن ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ بن جلال الدین بن ابو العلیا بن ابو الفضل جعفر بن علی بن ابو طاہر بن حسن بن محمد بن احمد بن محمد بن حسن بن محمد بن اسحاق بن محمد بن محمد بن سلیمان بن داود بن حسن اکبر بن علی بن ابو طالب، ہاشمی حسنی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آپ کے نام میں سمہودی کی نسبت دراصل ایک جگہ کی مناسبت سے ہے جسے سمہود یا سمہوط دونوں کہا جاتا ہے، یہ دریائے نیل کے کنارے ایک بڑا قصبہ ہے جو اپنی زراعت کے لحاظ سے مشہور ہے۔ امام سمہودی کی پیدائش صفر المظفر ۸۴۴ ہجری میں ہوئی، ابتدائی تعلیم و تربیت اسی مقام پر اپنے والد گرامی کے زیر سایہ پائی اور اس کے بعد مختلف مقامات کا سفر کرتے ہوئے

۱؎ الضوء اللامع لاهل القرن التاسع للسخاوی، ۵/۲۴۵، خلاصۃ الاثر للمحبی، ۱/۴۳، النور السافر، ص۵۸۔

اکتساب علم کیا، آپ کے اساتذہ کرام میں مندرجہ ذیل ائمہ اسلام سر فہرست نظر آتے ہیں:

۱۔ قاضی عفیف الدین عبد اللہ بن احمد حسنی (والد گرامی):

ان کے پاس ابتدائی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ قرآن مجید اور کتاب المنہاج کو حفظ کیا، علم قرات و کتابت سیکھا نیز کتاب المنہاج کو جلال محلی کی شرح کے ساتھ مکمل پڑھا، جمع الجوامع، الفیہ ابن مالک فی النحو، صحیح بخاری اور مختصر صحیح مسلم للمنذری کا درس لیا، بعد ازاں چودہ سال کی عمر میں والد گرامی کی معیت میں قاہرہ کا تعلیمی سفر کیا۔

۲۔ شیخ محمد بن عبد المنعم شمس جوجری:

امام سمہودی نے ان کے پاس فقہ، اصول اور ادبِ عربی کی تعلیم حاصل کی، جس میں توضیح لابن ہشام، خزرجیہ مع حواشی، جلال محلی کی شرح منہاج، شرح جمع الجوامع اور دیگر کتابوں کا درس و سماع کیا۔

۳۔ امام ابو زکریا شرف الدین یحییٰ مناوی:

امام سمہودی نے ان کے یہاں بہت عرصہ تک تعلیم پائی، آپ نے تنبیہ، حاوی، شرح البہجہ، شرح جمع الجوامع، حاشیہ مناوی علی البہجہ، مختصر المزنی، الفیہ عراقی، بستان العارفین للنووی، رسالہ قشیریہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، مختصر

الاصول للبارزی، تفسیر بیضاوی وغیرہ کا درس وسماع کیا۔امام مناوی علیہ الرحمہ نے انہیں خرقہ تصوف بھی پہنایا۔

۴۔ شیخ محمد بن مراہم الدین شمس شروانی شافعی :

امام مناوی نے ان کے پاس شرح عقائد نسفی للتفتازانی، شرح طوالع للاصفہانی ، تفسیر کشاف، مختصر سعد الدین علی التلخیص، مطول، عضدی شرح ابن حاجب، شرح المنہاج للعزی اور دیگر بہت سی کتب کا درس لیا۔

۵۔ شیخ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابی بکر بن عمر بن بریدہ الابشیطی:

امام سمہودی نے مکہ مکرمہ میں سن ۸۷۲ہجری میں اور مدینہ منورہ میں سن ۸۷۳ہجری میں ان کی صحبت سے اکتساب فیض کیا۔ان کے پاس تفسیر بیضاوی، توضیح ابن ہشام، اور دیگر کتابوں کے علاوہ ان کی اپنی تحریر کردہ کتب یعنی شرح خطبہ منہاج اور حاشیہ خزرجیہ کا بھی درس لیا۔انہوں نے امام سمہودی کو تدریس کی باقاعدہ اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

۶۔ شیخ ابوالسعادات سعد الدین محمد بن سعید حنفی: قاضی حنفیہ

آپ نے ان کے پاس عمدۃ الاحکام کی تعلیم حاصل کی، انہوں نے بھی آپ کو تدریس کی اجازت عنایت فرمائی۔

۷۔ شیخ محمد بن ابراہیم بن عبدالرحمن المعروف بالنجم بن قاضی عجلون :

آپ نے ان کے پاس کتاب المنہاج کی تصحیحات کے اسباق پڑھے۔

۸۔ شیخ محمد بن احمد بن محمد بن فقیہ احمد المعروف شمس البامی :

آپ نے ان کے پاس شرح البھجۃ اور کتاب المنہاج کی تقسیم کے کچھ اسباق پڑھے تھے۔

۹۔ امام صالح بن عمر بن رسلان بن نصیر المعروف علم الدین بلقینی :

آپ نے ان کے مختلف دروس میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

۱۰۔ شیخ عمر بن محمد بن محمد بن ابوالخیر محمد المعروف بالنجم عمر بن فہد :

آپ نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ان سے استفادہ کیا۔

۱۱۔ شیخ ابوالفضل محمد بن محمد الکمال المرجانی:

آپ نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ان سے استفادہ کیا۔

۱۲۔ شیخ محمد بن محمد الزین المراغی :

آپ نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ان سے استفادہ کیا۔

۱۳۔ امام الکاملیہ شیخ محمد بن محمد بن محمد قاہری :

آپ نے ان کے دروس میں شرکت کی اور شیخ موصوف نے انہیں خرقہ پہنایا اور ذکر کی تلقین فرمائی۔

۱۴۔ شیخ الاسلام زکریا بن محمد بن احمد انصاری شافعی :

آپ نے ان کے پاس شرح المنہاج الاصلی للاسنائی اور میراث میں شرح منظومہ ابن الہائم کا درس لیا۔

۱۵۔ شیخ سعد بن محمد بن عبد اللہ المعروف ابن الدیری :

آپ نے ان کے پاس عمدۃ الاحکام کے کچھ اسباق پڑھے اور انہوں نے آپ کو تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

۱۶۔ شیخ عثمان بن صدقہ بن علی دمیاطی شار مساحی:

شیخ موصوف نے امام سمہودی سے طویل علمی وفقہی مذاکرے اور امتحان کے بعد آپ کو تدریس اور افتاء کی اجازت عنایت فرمائی۔

۱۷۔ شیخ عفیف عبد اللہ بن قاضی ناصر الدین بن صالح :

آپ نے ان کی اجازات میں سے کچھ کو پڑھا اور شیخ نے انہیں عمر الاعرابی کی ہیئت والا تصوف کا خرقہ پہنایا۔

امام سمہودی کی تصانیف

امام نورالدین سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں بہت سی علمی کتب کا ذخیرہ مہیا کیا جس سے آپ کا علمی تفوق آشکار ہوتا ہے لیکن ان میں سے بہت سے کتب مدینہ منورہ میں لگنے والی تاریخی آگ کی زد میں آکر نذر آتش ہو گئیں، یہ آگ ۸۸۶ ہجری میں رمضان کے مہینے میں لگی تھی، جس کا ذکر ابن العماد نے شذرات الذھب ج۹، ص۵۱۵ اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے الذیل التام ج۲، ص۱۹۹ میں بھی کیا ہے، آپ اس آتش زدگی کے وقت مورخ یگانہ ابن العماد کے ہمراہ مدینہ منورہ سے سفر کرکے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تھے، یوں ان کتب میں سے بیشتر کا دنیاوی وجود تو ناپید ہو گیا لیکن ان کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں ثابت وموجود ہے۔

انہی کتابوں میں تاریخ مدینہ پر لکھی گئی آپ کی بے مثل، شہرہ آفاق اور زبانِ زد عام کتاب لاجواب **الوفاء باخبار دارِ المصطفیٰ** ﷺ بھی تھی جسے بعد ازاں مختصر طور پر آپ نے دوبارہ تحریر کیا جو **وفاء الوفا باخبار دارِ المصطفیٰ** ﷺ کے نام سے اب مطبوعہ صورت میں موجود ہے اور اب بھی یہ کتاب تاریخ مدینہ کا سب سے ضخیم اور مستند ترین ماخذ جانا جاتا ہے، اس کتاب کا ایک ضخیم جلد میں خلاصہ آپ ہی نے تحریر کیا جسے **خلاصۃ الوفاء** کہا جاتا ہے، ہمیں امام سمہودی کی تصانیف کے جتنے بھی نام ملے ہیں انہیں یکجا لکھ رہے ہیں، جن میں سے ۲۰ کتب

کے نام محقق کتاب جواہر العقدین للسمہودی نے باحوالہ ذکر کیے ہیں جبکہ باقی ویکی پیڈیا پر آپ کے تعارف کے ذیل میں مندرج تھے وہاں سے لیے ہیں۔

۱. جواهر العقدين في فضل الشرفين (شرف العلم والنسب)۔ مطبوع
۲. اربعون حديثاً في فضل الرمي بالسارم۔ مخطوط
۳. الانوار السنية في اجوبة الاسئلة اليمنية۔ مخطوط
۴. ايضاح البيان لما اراده الحجة (اي الغزالي، من ليس بالامكان ابدع مما كان)۔ مخطوط
۵. تحفة الراغبين في تحرير مناضج الطالبين (في الفقه)۔ مخطوط
۶. تحقيق المقالة في عموم الرسالة۔ مخطوط
۷. تخميس مثلث قطرب۔ مخطوط
۸. الثمار اليوانع على جمع الجوامع، للمحلي في الفقه۔ مخطوط
۹. الجوهر الشفاف في فضائل الاشراف۔ مخطوط
۱۰. اقتفاء الوفاء باخبار دارِ المصطفیٰ ﷺ (جو نذرِ آتش ہو گئی تھی)۔ مفقود
۱۱. خلاصة الوفاء باخبار دارِ المصطفیٰ ﷺ۔ مطبوع
۱۲. وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ ﷺ۔ مطبوع
۱۳. الانتصار لبُسط روضة المختار۔ مفقود
۱۴. دفع التعرض والانكار لبُسط روضة المختار ﷺ۔ مفقود
۱۵. وُرود السكينة على بُسط المدينة۔ مخطوط

۱۶. حواشي على الدميري۔ مفقود
۱۷. الحكم العشرة في مقابلة شم الطيب بسوال المغفرة۔ مفقود
۱۸. ختم البخاري و مسلم۔ مفقود
۱۹. ختم مناهج الطالبين۔ مفقود
۲۰. اكمال المواهب وهو ذيل على المواهب في الفقه۔ مفقود
۲۱. تحرير العبارة في بيان موجب الطاررة في الفقه۔ مفقود
۲۲. درر السُّموط فيما للوضوء من الشروط في الفقه۔ مطبوع
۲۳. ذروة الوفاء بما يجب لحضرة المصطفیٰ ﷺ۔ مطبوع
۲۴. رسالة في حكم الاحصار في الحج في الفقه۔ مخطوط
۲۵. رسالة في مسائل المأموم والمسبوق في الفقه۔ مخطوط
۲۶. زاد المسير لزيارة البشير۔ مفقود
۲۷. شرح الباب الاخير من ابن ماجه (ختم ابن ماجه)۔ مفقود
۲۸. شرح الآجرومية في النحو۔ مخطوط
۲۹. شرح مثلث قطرب۔ مخطوط
۳۰. شفاء الاشواق لحكم ما يكثر بيعه في الاسواق۔
۳۱. طيب الكلام بفوائد السلام في الفقه۔ مطبوع
۳۲. العقد الفريد في احكام التقليد، في اصول الفقه۔ مطبوع

۳۳. الغرر البهية شرح المناسک النووية للنووي فی الفقہ۔ مخطوط

۳۴. الغماز علی اللماز (وھو فی الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ)۔ مطبوع

۳۵. الفتاوی ۔ مفقود

۳۶. الفوائد الجمۃ فی المسائل الثلاث المہمۃ، وھو فی مسائل الحلف بالطلاق فی الفقہ۔ مخطوط

۳۷. النصیحۃ الواجبۃ القبول فی بیان موضع منبر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ مفقود

۳۸. القول المستجاد فی شرح کتاب امات الاولاد فی الفقہ۔ مخطوط

۳۹. کشف الجلباب والحجاب عن القدوۃ فی الشباک والرحاب۔ مخطوط

۴۰. کشف اللبس عن دسائس النفس۔ مطبوع

۴۱. کشف اللبس عن المسائل الخمس۔ مفقود

۴۲. کشف المغطیٰ فی شرح الموطا۔ مفقود

۴۳. اللولو المنثور فی نصیحۃ ولاۃ الأمور، فی الفقہ۔ مخطوط

۴۴. المحرر من الآراء فی حکم الطلاق بالابراء۔ فی الفقہ

۴۵. مسودۃ شرح الورقات فی اصول الفقہ۔ مفقود

۴۶. مصابیح القیام فی شرر الصیام فی الفقہ۔ مفقود

۴۷. المقالات المسفرۃ عن دلائل المغفرۃ۔ فی الفقہ۔ مطبوع

۴۸. الموارد الھنیۃ فی مولد خیر البریۃ (اسی کتاب کا ہم نے اردو ترجمہ کیا ہے) مخطوط

۴۹. المواھب الربانیۃ فی وقف العثمانیۃ۔ مفقود

۵۰. مواھب الکریم الفتاح فی المسبوق المشتغل بالاستفتاح، فی الفقہ۔ مخطوط

۵۱. نصیحۃ اللبیب فی مرأی الحبیب۔ مفقود

۵۲. حاشیہ شرح العقائد۔ مفقود

۵۳. امنیۃ المعتنین بروضۃ الطالبین فی الفقہ۔ مفقود

۵۴. مسالۃ فرش البسط المنقوشہ۔ مفقود

امام سمہودی نے ۶۷ سال کی عمر پائی اور خدمت اسلام کرتے ہوئے ۹۱۱ ہجری میں واصل بحق ہو کر مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے، اللہ تعالی اِن پر اپنی جناب سے رحمت ورضوان نازل فرمائے۔ آمین

خطبة الكتاب

الحمد لله الذي أطلع في أُفق الجلال نور الوجود، وأبرز في حلل الجمال والكمال من أشرف العناصر أشرف مولود، ورقاه في مدارج المعارف إلى حضرات الإنس والشهود، واختصه بخصائص ودّه وحبّه فهو مودود ربّه الودود، وجعل شهر ربيع بمولده نور النور وأزهر النور لظهور فيه رحمة بهذا الوجود فهو موسم الخيرات ومعدن المسرات عند كلّ مسعود وفضل محتده ومثواه فما شابهه أحد فى حلاه وعلاه على ما خصه به المعبود، وأشهد أن لا إله الله وحده لا شريك له شهادة أعدّها اللواء الموعود، وأشهد أنّ سيدنا محمداً عبده ورسوله صاحب الحوض المورود والمعقود، صلى الله عليه وعلى آله وأنصاره وأصحابه وأحبابه وأصهاره صلاة مستمرة دائمة الورود، موجبة لقائلها أعلى الدرجات من دار الخلود مع المقربين الشهود الرُّكع السجود، من فضل مولاه الرحيم الودود.

قرآن مجید اور شانِ رسول ﷺ

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچائی کی حلاوتوں سے بہریاب فرمائے اور (اپنے محبوبِ جلیل) مصطفیٰ ﷺ کی اتباع نصیب فرمائے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نبی (محمد مصطفیٰ ﷺ) کی شان اور صفتِ کریمہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ [الاعراف۷: (۱۵۷)]

ترجمہ: ”وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں“۔

اور اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ان کے خلق کریم کی ثنا بیان کی نیز بزرگی و تکریم کے لیے تاکیدی الفاظ کا اضافہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ۝ [القلم۶۸: (۴)]

ترجمہ: ”اور بے شک تمہاری خوبڑی شان کی ہے“۔

عالم ملکوت میں شانِ احمدی کا ظہور

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(اِنَّ اللّٰہَ تعالٰی کَتَبَ مَقَادِیْرَ الْخَلْقِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ بِخَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ [قال] وَ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ)[2]۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے ۵۰ ہزار سال قبل مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں اور اُس وقت عرش الٰہی پانی پر تھا“۔

اور جو کچھ اُم الکتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھا گیا تھا اس میں سے یہ بھی تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔

امام حاکم نے حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(لَمَّا اِقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِیْئَۃَ قَالَ یَارَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَلَّا غَفَرْتَ لِیْ؟ فَقَالَ اللّٰہ تَعَالٰی یَا آدَمُ وَ کَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَ لَمْ اَخْلُقْہُ؟ قَالَ لِاَنَّكَ یَارَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِیَدِكَ وَ نَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِیْ فَرَأَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَرَفْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْكَ فَقَالَ اللّٰہُ تعالٰی: صَدَقْتَ یَا آدَمُ لِاَنَّہٗ اَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ وَ اِذَا سَأَلْتَنِیْ بِحَقِّہٖ فَقَدْ

[2] صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی، ص ۱۲۲۵، رقم ۲۶۵۳: سنن الترمذی، کتاب القدر، باب ۱۸، ص ۴۸۷، رقم ۲۱۵۶: تفسیر الدر المنثور، ج ۸، ص ۱۸۔

غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ)[3]۔

ترجمہ: ”جب حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے عرض کی: اے میرے ربّ! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرمادے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تو نے محمد کو کیسے جانا حالانکہ میں نے اسے ابھی (ظاہراً) پیدا ہی نہیں فرمایا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے ربّ! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح (خاص) مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنے سر کو بلند کیا، سو میں نے عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا پایا: ”لا الٰہ الا اللہ محمدٌ رسولُ اللہ“ پس میں جان گیا کہ جس نام کو تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ رکھا ہے، وہ بلاشبہ مخلوق میں تیرا محبوب ترین ہے“۔ تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: ”اے آدم! تو نے سچ کہا، بے شک وہ میرے نزدیک تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب تر ہے اور جبکہ تو نے مجھ سے اس کے وسیلے کے ساتھ سوال کیا ہے، تو میں تجھے بخش دیتا ہوں اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا“۔

[3] مستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۷۲۲، رقم: ۴۲۸۷۔ دلائل النبوۃ للبیہقی، ج ۵، ص ۴۸۹، الدر المنثور، ج ۱، ص ۱۴۳، معجم الصغیر للطبرانی، ج ۲ ص، ۸۲۔

جبکہ امام طبرانی نے اسے روایت کرتے ہوئے اتنے الفاظ کا اضافہ کیا ہے: "وَهُوَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ"[4]۔

ترجمہ: "وہ تیری اولاد میں سب سے آخری نبی ہوں گے"۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ
وَكُلَّمَا سَهَى عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اور امام ابو نعیم اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ آخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ)[5]۔

ترجمہ: "میں تخلیق کے لحاظ سے تمام انبیاء میں اوّل اور بعثت کے اعتبار سے آخری ہوں"۔

نسب محمدی کی شان وپاکیزگی

امام مسلم اپنی صحیح میں سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[4] موجودہ المعجم الصغیر للطبرانی میں یہ الفاظ زائد ہیں: فَأَوْحَى اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ يَا آدَمُ إِنَّهُ آخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَإِنَّ أُمَّتَهُ آخِرُ الْأُمَمِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ وَلَوْلَاهُ يَا آدَمُ مَا خَلَقْتُكَ۔

[5] دلائل النبوۃ، للامام ابی نعیم، الفصل الاوّل، ص ۴۲، رقم: ۳۔

(إِنَّ اللهَ اصْطَفَى مِنْ وُلْدِ إِبْرَاهِيْمَ إِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفَى مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيْلَ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ كِنَانَةَ قُرَيْشاً وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَأَنَا خِيَارٌ مِنْ خِيَارٍ مِنْ خِيَارٍ)[6]۔

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اولادِ ابراہیم میں سے اسماعیل کو منتخب فرمایا اور پھر اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور اولادِ کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور پھر اولادِ قریش میں سے بنو ہاشم کو اور اولادِ ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا لہٰذا میں بہترین میں سے بہترین لوگوں میں سے ہوں"۔

امام ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں:

(قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَرَ رَجُلاً أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ أَرَ بَنِي أَبٍ أَفْضَلَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ)[7]۔

---

[6] صحیح مسلم، کتاب الفضائل ۴۳، باب فضل نسب النبی ﷺ، ص ۱۰۸۰، رقم ۲۲۷۶، مولف کتاب نے جو الفاظ حدیث نقل کیے ہیں ہمیں تلاش کے باوجود صحیح مسلم میں وہ الفاظ نہیں مل سکے، صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں: (إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشاً مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ)۔

[7] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، للامام القاضی عیاض المالکی، ص ۵۱۲، رقم ۳۹۰، شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ، للامام ھبۃ اللہ الطبری اللالکائی، ص ۷۵۲، رقم ۱۴۰۲۔

ترجمہ: "میں نے مشرق و مغرب چھان ڈالے لیکن محمد سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور کسی باپ کی اولاد کو بنو ہاشم سے افضل نہیں دیکھا"[۸]۔

پس سیدنا محمد ﷺ تمام مخلوقات میں سے بہترین اور تمام اگلوں اور پچھلوں میں سے برگزیدہ ہیں، آپ باعتبار تخلیق تمام انبیائے کرام سے مقدم اور بہ لحاظ بعثت سب سے آخری ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ہی پر نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم فرمایا۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سب سے پہلے آپ کے نور کو پیدا فرمایا وہ (نورِ محمدی) حق کا دیدار کرتا رہا اور حق اُسے سراہتا رہا، ازاں بعد (یہ نور) بزرگی والے آباء واجداد کی پشتوں سے پاکیزہ اُمہات کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا، اُن پر بہترین دُرود اور پاکیزہ سلام ہوں۔

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (قریش اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل نور تھے اور یہ نور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تسبیح بیان کرتا اور ملائکہ کرام بھی ان کی طرح اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تسبیح بیان کرتے تھے)

۸ یہی بولے سدرہ والے — چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے — تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا (حدائق بخشش)

(لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ اَهْبَطَنِي فِي صُلْبِهِ إِلَى الْاَرْضِ وَحَمَلَنِي فِي صُلْبِ نُوْحٍ فِي السَّفِيْنَةِ وَقَذَفَ بِي فِي صُلْبِ اِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْمَةِ إِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ مُصَفًّى مُهَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ إِلَّا كُنْتُ فِيْ خَيْرِهِمَا حَتّٰى أَخْرَجَنِيْ مِنْ بَيْنِ اَبَوَايَ وَلَمْ يَلْتَقِيَا عَلٰى سِفَاحٍ قَطُّ فَاَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَخَيْرُكُمْ اَبًا)[۹].

ترجمہ: "پس جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تو اس نور کو ان کی پشت میں رکھ کر زمین پر اُتارا (پھر بعد ازاں) نوح کی پشت میں رکھا اور پھر ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ڈالا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ مجھے پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل کرتا رہا، جب کبھی دو گروہ ہوئے تو مجھے ان میں سے بہترین ہی میں رکھا گیا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کے ذریعے پیدا فرمایا جو کبھی بھی بے حیائی میں ملوث نہیں ہوئے لہٰذا میں تم سے ذات اور آباء دونوں کے لحاظ سے بہترین ہوں"۔

امام ابن سعد نے حضرت ہشام بن محمد بن السائب کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

۹ المطالب العالیہ لابن حجر، ج۱۷، ص۱۹۵، رقم: ۴۲۰۹، الدر المنثور، ج۷، ص۶۰۷، البدایۃ لابن کثیر، ج۳، ص۳۰۷۔

(كَتَبْتُ لِلنَّبِيِّ خَمْسَمِائَةِ أُمٍّ فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِنَّ سِفَاحًا وَلَا شَيْئًا مِمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ)[۱۰].

ترجمہ: "میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی پانچ سو ماؤں[۱۱] کے حالات لکھے ہیں تو میں نے اُن میں سے کسی کو بھی بدکاری یا جاہلیت کی کسی بے حیائی و برائی میں مبتلا نہیں پایا"۔

لہٰذا آپ ﷺ اسی طرح پاکیزہ پشتوں سے ستھرے اَرحام میں منتقل ہوتے اور مختلف بطون میں جلوہ فرما ہوتے رہے حتی کہ یہ منتقلی کا سلسلہ آپ ﷺ کے بزرگی والے دادا عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان تک آن پہنچا۔

یہاں تک کے ناموں پر تمام اہلِ شان (علمائے کرام) کا اتفاق ہے اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت عدنان دراصل نبی اللہ اسماعیل بن خلیل اللہ ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں، اختلاف تو صرف اس بات پر ہے کہ

---

۱۰ طبقات ابن سعد، ج۱، ص۴۲۔ البدایۃ لابن کثیر، ج۳، ص۳۶۴، المواھب اللدنیہ للقسطلانی، ج۱، ص۸۶۔

۱۱ **اُمہات النبی:** اس میں دادیاں اور نانیاں وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل کے درمیان کتنے آبائے کرام تھے؟[۱۲]

جبینِ عبد المطلب اور نورِ کونین

پس جب یہ نورِ محمدی حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو اس نور نے اُن کی پیشانی کو رخشندہ کر دیا جس کی تابانیوں سے انہیں بہت مسرت وشادمانی حاصل ہوئی اور حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ خواہاں ہوئے کہ یہ نورِ انور ان سے کبھی جدا نہ ہو۔

حتی کہ انہیں خواب میں کہا گیا: اے عبد المطلب! فاطمہ بنت عمرو بن عائذ سے شادی کر لو۔ پس آپ نے شادی کر لی تو اس نور کی منتقلی کا وقت قریب ہو گیا پھر جب ان کی پیشانی سے اس نور کی منتقلی کی گھڑیاں آئیں کہ وہ اپنی زوجہ کے قریب ہوں تو حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ اپنی عادت کے مطابق شکار کرنے تشریف لے گئے (کچھ دیر بعد) شکار سے واپس لوٹے تو شدید پیاس لگی ہوئی تھی لہٰذا زمزم کے کنوئیں پر گئے اور پانی پیا پھر اپنی زوجہ فاطمہ کی قربت اختیار کی تو وہ جناب سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے حاملہ ہو گئیں جو کہ پیدا ہونے والے تمام

---

۱۲ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا﴾ [الفرقان:۳۸]۔

ترجمہ: "اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "حضرت عدنان سے حضرت اسماعیل تک تیس آبائے کرام ہوئے جن کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں"۔ (المورد الروی، للامام القاری، ملخصًا)۔

لوگوں میں سے بزرگ تر (محمد مصطفیٰ ﷺ) کے ہونے والے والد تھے، لہٰذا آبائے کرام میں جلوہ فرما رہنے والا یہ نور ان کی زوجہ کی طرف منتقل ہو گیا۔
جب سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو یہی نور ان کی جبین اقدس میں ضوفشاں نظر آیا اور جو بھی ان سے ملاقات کرتا وہ خواہاں ہوتا کہ یہ نور اسے مل جائے۔

سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا خونی پیراہن

شام میں موجود علمائے یہود کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ نبی خاتم ﷺ کے والد پیدا ہو چکے ہیں کیونکہ ان کے پاس حضرت سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہما الصلاۃ والسلام کے خون سے تر ایک سفید جبہ تھا اور یہ وہی جبہ تھا جس میں آپ علیہ السلام کی شہادت ہوئی تھی، ان علمائے یہود نے اپنی کتابوں میں پڑھا تھا کہ جب اس جبہ سے خون اُتر جائے اور یہ سفید ہو جائے تو آگاہ ہو جانا کہ محمد خاتم النبیین ﷺ کے والد پیدا ہو چکے ہیں۔
ان یہودیوں نے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا تاکہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی سازش کریں دریں اثنا ایک دن انہیں حضرت عبد اللہ تنہا مل گئے تو انہوں نے اُن کے قتل کا ارادہ کیا (اور قتل کرنے کے لیے آگے بڑھے) تو دیکھا کہ ایک گھوڑا ہے جو دنیاوی گھوڑوں سے مشابہت نہیں رکھتا وہ ان پر حملہ آور ہے اور انہیں اس اقدام سے روک رہا ہے۔

زم زم کا کنواں

حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ قریش کے سردار، حرم کے بزرگ اور بنو اسماعیل کی قوم میں بڑے مرتبے والے تھے ایک مرتبہ ان کے خواب میں کوئی آیا اور انہیں زم زم کا کنواں کھودنے کا کہا اور اپنی گفتگو میں اس جگہ کی نشاندہی بھی کر دی۔ یہ زم زم کا کنواں ان کے دادا سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا مشرب اور سیدنا جبرائیل امین کا کھودا ہوا گڑھا ہے۔ اسے (قبیلہ) جرہم والوں نے بند کر دیا تھا اور پانچ سو سال سے اس کے آثار بھی مٹ چکے تھے[31]۔
جب خزاعہ والوں کو بیت الحرام کی تولیت ملی تو ایک روز حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا اور اسے کھودنا شروع کیا، اس زمانے میں کوئی دوسرا شریک نہیں تھا، انہوں نے تین دن تک کھدائی کی تو چاہِ زم زم کا کنارہ نظر آنے لگا پس انہوں نے اپنے ربّ منان کی تکبیر کہی اور فرمایا: یہ اسماعیل علیہ السلام کی منڈیر ہے، اہل قریش نے کہا: ہمیں بھی اس کام میں شریک کر لیں، تو آپ نے فرمایا: میں یہ کام از خود نہیں کر رہا یہ سعادت تو لوگوں سے الگ چن کر مخصوص کی گئی ہے، لہٰذا لوگوں نے حضرت عبد المطلب اور چاہِ

[31] امام قسطلانی لکھتے ہیں: زم زم کے کنوئیں کو قبیلہ جرہم کے ایک شخص عمرو بن حارث نے اپنی قوم کے ساتھ مل کر بند کیا تھا، مواہب لدنیہ للقسطلانی ۱/۷۰۔

زم زم کے مابین حائل ہونے سے گریز کیا[14] تو انہوں نے یہ کنواں (دوبارہ) کھود لیا اور اس میں سے خانہ کعبہ کے زیورات اور طلائی سامان بھی نکال لیا۔

سیدنا عبد المطلب کی منّت

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اس وقت نذر (منت) مانی تھی جبکہ انہیں اس کھدائی میں کوئی شریک کار نہیں مل رہا تھا کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو ان میں سے ایک کو قربان کریں گے، لہٰذا دس کی تعداد حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر مکمل ہوئی، تو انہوں نے اپنی نذر پوری کرنے کا ارادہ کیا کہ اب وہ ان دس میں سے کسی ایک کو قربان کریں گے، تو انہوں نے بیت الحرام کے صحن میں (تمام بیٹوں کے ناموں کا) قرعہ ڈالا، تو انہیں میں حضور نبی کریم ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا۔

جبکہ حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے نام کا قرعہ نہ نکلے کیونکہ انہیں آپ سے بہت محبت تھی، لیکن قرعہ انہیں کے نام پر نکلا تو آپ نے انہیں پکڑا اور اسی وقت قربان کرنے کا عزم کیا لیکن اہلیانِ قریش نے انہیں

---

[14] امام ملا علی القاری "المورد الروی" میں امام قسطلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں: قریش آڑے آئے اور انہیں کنواں کھودنے سے منع کیا بلکہ بیوقوفوں کے ذریعہ تکالیف بھی پہنچائیں، مواہب لدنیہ للقسطلانی، ۱/۱۷۰۔

منع کیا اور کہا: اگر آپ نے ایسا کر دیا تو عرب بھی آئندہ اس میں آپ کی پیروی کریں گے لہٰذا آپ ہر قرعہ کے بدلے میں دس اونٹوں کو شامل کریں، پس اب کی مرتبہ قرعہ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور دیت کی مقدار اونٹوں پر ڈالیں اور دیت کی مقدار اس وقت دس اونٹ تھی، پس اگر دوبارہ ان کے نام پر قرعہ نکلے تو دس مزید بڑھا دیں یوں ہی کرتے رہیں حتی کہ قرعہ اونٹوں کے نام پر جا نکلے تو آپ جان لیں کہ اس فدیہ کو قبول کر لیا گیا ہے۔

لہٰذا حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے اسی طرح کیا اور بار بار قرعہ ڈالتے رہے اور یک بعد دیگرے دس دس اونٹوں کی زیادتی کرتے رہے کیونکہ ہر بار قرعہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہی کے نام کا نکل رہا تھا لیکن جب سو کی تعداد مکمل ہوگئی تو قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ (صرف ایک بار ہی پر مطمئن نہ ہوئے بلکہ) قرعہ کو تین مرتبہ مزید ڈالا گیا تب بھی ہر بار اونٹوں ہی کا نام آیا جس میں ان کی جانب اشارہ تھا تو آپ نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے انہیں نحر کیا اور اللہ تعالیٰ کے حبیب و خلیل کے اُس نور کو اِن کی پیشانی میں ہی دمکتا ہوا رہنے دیا۔

قریش کی خواتین اور نورِ محمدی

قریش کی خواتین اس نور کو تکتیں اور اسے لینے کی خواہش مند تھیں، فرشتے انہیں (سیدنا عبد اللہ کو) نظر آتے جو انہیں مبارک باد دیتے تھے، پس جب

حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے ان کے نکاح کا ارادہ کیا تو اسی اثنا میں ورقہ ابن نوفل کی بہن رقیہ[۱۵] ان کے پاس سے گزریں تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں: میری طرف آؤ، میں تمہیں اُتنے اونٹ دوں گی جتنے تمہاری طرف سے نحر کیے گئے تھے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اَمَّا الحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهُ وَالحِلُّ لَاحِلَّ فَاسْتَبِیْنَهُ
فَکَیْفَ بِالاَمْرِ الَّذِی تَبْغِیْنَهُ یُحْمِی الکَرِیْمُ عِرْضَهُ وَ دِیْنَهُ

ترجمہ: حرام کام کرنے سے تو مر جانا بہتر ہے اور حلال کام جائز ہے لیکن واضح ہو جائے کہ یہ کام حلال نہیں ہے، پس تم مجھ سے جو کچھ چاہتی ہو (وہ ہو نہیں سکتا سن لو) ایک کریم و شریف شخص اپنی دین و عزت کو سنبھال کر رکھتا ہے۔

پھر آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ وہب بن عبد مناف کے پاس تشریف لے گئے جو کہ بزرگی و عفت والی سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے اور وہب نے شام کے یہودیوں کی حضرت عبد اللہ کو قتل کرنے کی متفقہ سازش بھی ملاحظہ کی تھی اور اُن گھوڑوں کو بھی دیکھا تھا جنہوں نے انہیں اس اقدام سے روکا تھا اور وہ ان (دنیاوی) گھوڑوں کے مشابہ نہیں تھے۔

---

[۱۵] امام ابن سعد نے اپنی "طبقات" ۱/۶۷ میں اس عورت کا نام فَاطِمَةُ بِنْتِ مُرٍّ خَثْعَمِیَّة لکھا ہے جبکہ امام صالحی نے "سبل الہدی والرشاد" ۱/۳۹۲ میں اسے یہودیوں کے قبیلے "تبالہ" کی خاتون بیان کیا ہے، ممکن ہے ورقہ بن نوفل کی بہن رقیہ کا واقعہ اس کے علاوہ ہو۔

نکاح سیدنا عبد اللہ و سیدہ آمنہ

تو انہیں بھی آرزو ہوئی کہ (اپنی بیٹی) آمنہ کا نکاح ان سے کر دیں، اس وقت حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا قریش کی بہترین عورتوں میں سے تھیں لہٰذا انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تو حضرت آمنہ کی شادی کر دی گئی اور یہ شادی خیر و برکت کے ظہور کا سبب بنی۔

پس جب حضرت آمنہ کی طرف اس نورِ حبیب وہادی ﷺ کی منتقلی اور جلوہ فرما ہونے کا لمحہ قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے جنت کے خازن رضوان کو حکم فرمایا کہ وہ فردوس کے دروازے کھول دے اور آسمان و زمین میں ندا کر دے کہ وہ نور جس کے سبب تمام بھلائیوں کا ظہور ہوا ہے، اب اس زمانے میں آغوش آمنہ میں سمانے والا ہے لیکن اس کی برکتیں ساری کائنات میں پھیلیں گی۔

پس حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ (اپنی زوجہ) سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور تسکین پائی لہٰذا یہ بقعہ انوار اُن کی جانب منتقل ہو کر وہاں ضوفشاں ہونے لگا تو یوں آپ حبیب و شفیع ﷺ کے وجود سے حاملہ ہو گئیں، یہ معاملہ پیر کے دن، یا رجب المرجب کے پہلے جمعہ کو مکہ مکرمہ میں شعب ابی طالب میں ہوا جبکہ ایک قول کے مطابق منیٰ میں جمرہ وسطیٰ کے قریب ایام تشریق میں ہوا۔

والد ماجد کی وفات

جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک بیس سال تھی تو آپ کے والد گرامی نے قریش کے تاجروں کے ہمراہ آپ کو شام کے سفر پر روانہ کیا تاکہ کچھ خوردنی اشیاء (مالِ تجارت کے ذریعہ) لائیں، آپ شام سے واپسی پر مدینہ منورہ میں بیمار ہوگئے تو آپ کو والد گرامی کے رشتہ داروں میں سے بنی عدی بن نجار کے یہاں چھوڑ دیا گیا پھر (اس مرض میں آپ کا) وصال ہو گیا اور نیکو کاروں کے شہر طیبہ میں **"دار نابغہ"** میں تدفین ہوئی۔

صحیح قول کے مطابق اس وقت آپ ﷺ اپنی والدہ کے بطن ہی میں تھے اور یہ نہایت درجہ کی یتیمی اور مراتب عظیمہ کا پیش خیمہ تھا پس فرشتوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے ہمارے ربّ! تیرا نبی باپ سے محروم ہو گیا ہے اب اس کا محافظ و مربی کوئی نہیں رہا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: میں اس کا ولی، مدد گار، مربی، معین اور کفایت کرنے والا ہوں۔

جب حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کو وفات کی خبر موصول ہوئی تو آپ نے یہ مرثیہ کہا:

عَفَی جَانِبُ البَطْحَاءِ مِن ابْنِ هَاشِمٍ وَجَاوَرَ لَحْداً خَارِجاً فِي الغَمَاغِمِ

دَعَتْهُ المَنَايَا بَغْتَةً فَاَجَابَهَا وَمَا تَرَكَت فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

فَاِنْ تَكُ غَالَتهُ المَنَايَا وَ رَيْبُهَا فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيْرَ التَّرَاحُمِ

ترجمہ: بطحاء کی وادی نے ہاشم کی اولاد کو اپنے اندر چھپا لیا اور بادلوں سے پرے اس کی لحد بنائی گئی، انہیں موت نے اچانک آواز دی تو یہ سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے، لیکن انہوں نے آل ہاشم میں اپنی مثل کوئی نہیں چھوڑا، اگرچہ موت نے تمہیں اچانک پکڑ لیا لیکن تمہاری سخاوت اور رحم دلی کی عادات (کے نقوش تو ہمیشہ باقی) رہنے والے ہیں۔

آمد مصطفیٰ ﷺ

پس جب نبوت کے چاند کی چاندنی کرنے اور ایمان وہدایت کے سورج کے چمکنے کا وقت آیا تو آسمانوں اور زمینوں میں خوشخبریاں دی گئیں اور کائنات کے طول وعرض میں بھلائیاں عام کر دی گئیں، قریش کو شدید تنگی کے بعد فراوانی ملی اور پے درپے نعمتوں کی مکمل بارش میسر آئی، کہانت اُٹھالی گئی اور اس کے ساتھ پیش گوئی کرنے والے نامراد ہوئے۔

حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"مجھے محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں حاملہ ہوں اور نہ ہی حمل کی کوئی تکلیف پائی البتہ میرا حیض منقطع ہو گیا تھا اور مجھے سوتے جاگتے ہوئے یہ صدا سنائی دیتی تھی: تم لوگوں کے سردار اور اس اُمت کے نبی ﷺ سے حاملہ ہو"۔

جب ان کی پیدائش ہوئی اور یہ زمین پر تشریف لائے تو میں نے کہا: میں انہیں ہر حاسد کے شر سے واحد (جل جلالہ) کی پناہ میں دیتی ہوں۔

پیدائش کی وقت کی ایک کرامت ونشانی یہ ظاہر ہوئی کہ ان کے ساتھ ہی ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے، ان کا نام محمد رکھا گیا، کیونکہ تورات وانجیل میں انہیں احمد کہا گیا اور قرآن مجید میں محمد مذکور ہوا کہ اہل ارض وسماان کی تعریف کریں گے۔

پھر فرشتے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر نازل ہوئے، اسے گھیر لیا، تسبیح وتقدیس اور تکبیر وتہلیل کہنے لگے تب حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا نے حبیب کریم محمد عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَ اَتَمُّ التَّسْلِيْمِ کو جنا، آپ ﷺ نہایت سکون وطمانیت اور پاکیزہ وطیب تشریف لائے اور آتے ہی گھٹنوں کے بل جھکے اور سر اقدس کو آسمان کی جانب بلند کر لیا، آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا، آپ ﷺ ایسے پاک وصاف پیدا ہوئے کہ زچگی کی کوئی آلائش نہ تھی، ناف بریدہ تھے اور سفید رنگ کی مہر ختم نبوت لگی ہوئی تھی، اَنگشت ہائے مبارکہ بند تھی صرف شہادت کی انگلی کھلی ہوئی تھی جس سے تسبیح کا اشارہ کررہے تھے، آپ ﷺ سے ایسانور برآمد ہوا جس نے مشرق ومغرب کو منور کردیا، اسی روشنی میں آپ کی والدہ نے سرکی آنکھوں سے بُصریٰ کے محلات ملاحظہ کیے[۱۶] یہ سارا معاملہ

---

۱۶ صحیح ابن حبان، مستدرک للحاکم اور مسند احمد میں حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ فِیْ اُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ
=

عظمت والے شہر مکہ مکرمہ میں اس مکان میں ہوا جسے اب مولد النبی[۱۷] کے نام سے جانا جاتا ہے، بعدازاں رشید کی والدہ خَیزُرانؔ نے اسے اپنا مسکن بنالیا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ ۱۲/ ربیع الاوّل پیر کے روز صبح کے وقت پیدا ہوئے، یہی قول زیادہ صحیح ہے، بعض حضرات نے کہا: ۸/ ربیع الاوّل جمعہ کے

=
النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَأُنَبِّئُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةِ اِبْرَاهِيْمَ وَبُشْرٰى أَخِيْ عِيْسٰى قَوْمَهٗ وَ رُؤْيَا أُمِّيْ الَّتِيْ رَأَتْ أَنَّهٗ خَرَجَ مِنْهَا حِيْنَ وَضَعَتْ نُوْرٌ أَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ. ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نزدیک اُم الکتاب میں خاتم النبیین لکھا گیا تھا حالانکہ آدم اپنے خمیر میں گوندھے پڑے تھے اور میں تمہیں بتاتا ہوں، میں دعائے ابراہیمی ہوں اور اپنے بھائی عیسیٰ کی وہ بشارت ہوں جو انہوں نے اپنی قوم کو دی اور اپنی ماں کا وہ حسین خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ اُن میں سے ایک نور نکل کر چمکا جس سے اُن کے لیے شام کے محلات روشن ہوگئے۔

مستدرک للحاکم، ج۲/۶۵۶، رقم۴۲۳۴: مسند احمد، ج۲۸/۳۷۹، رقم۱۷۱۵۰: دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص۴۸: التاریخ الکبیر للبخاری، ۶/۶۸، رقم۱۷۳۶: دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱/۱۳۰: صحیح ابن حبان، ۱۴/۳۱۳، رقم۶۴۰۴

۱۷ یہ امام نورالدین سمہودی کی زمانے کی بات ہے، ماضی قریب میں نجدی جارحیت وبربریت کی وجہ سے جہاں دیگر بہت سے آثار نبویہ متاثر ہوئے، وہیں اس مکان کو بھی لائبریری میں تبدیل کر دیا گیا ہے تاکہ وہاں اہل محبت کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری نہ رہ سکے۔

روز اور بعض نے کہا: ۲؍ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے، جبکہ ۳؍ ربیع الاوّل، ۱۰؍ ربیع الاوّل، رمضان المبارک وغیرہ کے اقوال بھی بیان کیے گیے ہیں۔

اہل علم حضرات کے نزدیک صحیح قول کے مطابق آپ ﷺ کے حمل میں جلوہ فرما رہنے کی مدت نو مہینے تھی، آپ ﷺ کی پیدائش یوم الفیل کے واقعے کے پچاس دن بعد ہوئی جبکہ کسریٰ کے بادشاہ نوشیرواں کی حکمرانی تھی[18] اور اس کا عدل مشہور تھا۔ ۵۷۸ عیسوی، ۲۰؍ اپریل بمطابق ربیع الاوّل جو کہ تمام فصول و مواسم میں بہتر ہے، ہوئی جیسا کہ علمائے کرام نے بیان کیا ہے۔

---

[18] امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:
یہ بات جو زبان زد عام ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا تو اس قول کی کوئی اصل موجود نہیں ہے اور بعض تاریخی شواہد سے بے خبر افراد نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ علمائے کرام کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں کسریٰ نوشیرواں عادل کے زمانے میں ہوئی۔
امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "**شعب الایمان**" میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حافظ ابو عبد اللہ اس بات کے باطل ہونے پر نہایت کلام فرماتے تھے جو بعض جہلا نے گھڑ رکھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں یعنی نوشیرواں کے زمانے میں۔ المورد الروی للامام علی القاری، ملخصًا۔

معجزاتِ ولادت

پیدائش کے وقت بہت سے عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے، ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا[19] اور اس کے محل کے کچھ کنگرے گر گئے یہ میلاد النبی کے وقت ہونے والی اہم نشانیوں میں سے ایک ہے نیز بت اپنے منہ کے بل گر پڑے، مجوسی کے آتشکدہ کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی وہ بھی یک لخت ٹھنڈی ہو گئی، ساوہ[20] کا چشمہ خشک ہو گیا اور سماوہ کی وادی سیراب ہو گئی۔

علمائے سابقین نے ان کی پیدائش کی نوید سنائی اور علامات و نشانیاں بیان کیں، شیاطین کو آسمانوں پر جانے اور خبریں چوری کرنے سے روک دیا گیا انہیں شہاب مارے جانے لگے، جنات نے ان کی آمد کی صدائیں دیں۔

جس وقت حضرت سیدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو پیدائش کی خبر دی گئی وہ حرم میں تھے یہ خبر سن کر وہ بہت فرحاں ہوئے اور وہ کچھ افراد کے ساتھ (بیت

---

[19] امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ "**معرفۃ الصحابہ**" میں حضرت مخزوم بن ہانی کی اُن کے والد سے روایت ذکر کرتے ہیں اور اُن کی عمر ۱۵۰ سال ہوئی: ایون کسریٰ میں زلزلہ آیا جس سے ایک ہیبت ناک آواز سنائی دی اور ایوان کسریٰ میں دراڑیں پڑ گئیں۔ عیون الاثر لابن سید الناس: ۱/ ۸۳۔
[20] "**بحیرۃ ساوہ**" بہت بڑا تھا حتی کہ اس کا فاصلہ ایک فرسخ سے بھی زیادہ تھا اور یہ عراق عجم میں "**ہمدان اور قم**" کے درمیان واقع تھا اِس میں کشتیاں چلا کرتی تھیں اور اس کے قرب و جوار کے باشندے مثلاً فرغانہ، رئے وغیرہ اس میں سفر کرتے تھے۔

آمنہ) چلے آئے، حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللّٰہ عنہا نے ان تمام باتوں سے آپ کو آگاہ کیا جو انہوں نے اب تک ملاحظہ کی تھیں یا جو کچھ اس بچہ کے بارے میں انہیں کہا گیا تھا، تمام باتیں سن کر حضرت عبد المطلب رضی اللّٰہ عنہ نے خواتین سے فرمایا:

اس بچے کا خیال رکھنا میں امید کرتا ہوں کہ اس کی بلند شان ہوگی، پھر آپ نے انہیں گود میں لیا اور خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور طواف کرتے ہوئے کہنے لگے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ ۔۔۔ ھٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَانِ

قَدْ سَادَ فِی الْمَھْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ ۔۔۔ أَعِیْذُہٗ بِالْبَیْتِ ذِی الْاَرْکَانِ

مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعَیْنَانِ

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے یہ پاکیزہ و مطیب لڑکا عطا کیا ہے، یہ تو گود ہی میں لڑکوں کا سردار ہو گیا، میں اِسے ستونوں والے (یعنی خانہ کعبہ کے ربّ) کی پناہ میں دیتا ہوں ہر نظر لگانے والے حاسد کی آنکھوں سے[21]۔

نام محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دادا نے پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا اور اپنی قوم کے بزرگوں کو دعوت پر مدعو کیا جب وہ لوگ کھا کر فارغ ہو چکے تو انہوں

---

[21] طبقات ابن سعد: ج:۱ص: ۸۳: الروض الانف: ج:۲: ص: ۱۵۷۔

نے کہا: اے عبد المطلب! اس بچے کا نام کیا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے بزرگو! "**محمد**" رکھا ہے۔ وہ بولے: تم نے اپنے باپ دادا اور گھر والوں کے ناموں سے بھلا کیوں بے رغبتی کی ہے؟ آپ نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ یہ بچہ آسمانوں میں اللہ تعالی کے یہاں قابل تعریف ہوگا اور زمین میں لوگوں کے درمیان پس اللہ تعالی نے اُنکی آرزو کو پورا کر دیا جیسا کہ اُسکے علم ازلی میں موجود تھا۔

رضاعت

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی والدہ ماجدہ نے سات دن دودھ پلایا بعد ازاں ثویبہ اسلمیہ جو کہ ابولہب کی کنیز تھی اس نے دودھ پلایا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا (ابولہب) نے اسے آپ کی پیدائش کی خوشخبری دینے پر آزاد کر دیا تھا، اسی لیے روایت میں آیا ہے کہ اس سے ہر پیر کے روز عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ اسی ثویبہ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے قبل آپ کے چچا حمزہ بن عبد المطلب کو بھی دودھ پلایا تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد ابو سلمہ بن عبد الاسد کو بھی، تو یہ ان سب کی رضاعی والدہ ہیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے لیے مدینہ منورہ سے چادر اور سامان بھیجا کرتے تھے، صحیح قول کے مطابق آپ نے اسلام کی حالت میں وصال فرمایا۔

حلیمہ سعدیہ کی خوش بختی

ان کے بعد حلیمہ سعدیہ بنت ابی ذویب نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دودھ پلایا، بیان کیا گیا ہے کہ آپ شدید قحط سالی کے موقع پر (بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے

ساتھ) مکہ مکرمہ تشریف لائیں تاکہ وہاں سے کسی بچے کو دودھ پلانے کے لیے ساتھ لے جائیں تاکہ اس کی اجرت سے کچھ تنگی کے لمحات سہل ہو جائیں، اس سفر میں آپ کے شوہر حارث بن عبد العزی بھی ہمراہ تھے جنہوں نے اپنی پوری کوشش صرف کرر کھی تھی اور ان کے پاس ایک اونٹنی بھی تھی جس میں ایک قطرہ بھی دودھ نہیں تھا، ساری رات آپ کے بچے روتے اور بلبلاتے رہتے تھے لیکن ان کی آغوش میں اتنا دودھ بھی باقی نہ رہا تھا کہ انہیں پلا کر سیر اب کر سکتیں۔

آپ فرماتی ہیں: کوئی عورت بھی ایسی نہ رہی تھی جس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کو نہ لایا گیا ہو لیکن ہر ایک نے یتیم ہونے کی وجہ سے لینے سے انکار کر دیا تھا[۲۲] اور یہ کہتی تھیں: ہمیں بچے کے والد سے جس بھلائی کی امید ہے وہ ماں کی طرف سے نہیں مل سکتی، لہٰذا ہر ایک نے کوئی نہ کوئی بچہ رضاعت کے لیے حاصل کر لیا لیکن مجھے کوئی بھی نہ مل سکا اور میں بغیر بچے کے واپس لوٹنا پسند نہیں کرتی تھی اور تمام تر باتیں ایک طرف لیکن مجھے ان کا روشن چہرہ بہت پسند آیا، لہٰذا میں نے آکر انہیں یعنی نبی کریم ﷺ کو لے لیا۔

---

۲۲ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے خود ہی گویا ان کے پاس جانے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ آپ کی رضاعت کی سعادت ازل ہی میں سیدہ حلیمہ سعدیہ کو عطا کر دی گئی تھی، دُرِ یتیم کی قدر دانی اللہ تعالی نے انہیں کے مقدر میں لکھی تھی اور یہ ایسا فخر ہے جس کے سامنے دنیا و مافیہا کی ہر نعمت کم ہے۔

جب میں نے واپس کا عزم کیا تو اپنی پستانِ (اقدس) کو انہیں پیش کر دیا تاکہ جو کچھ دودھ ہے وہ پی لیں تو آپ ﷺ نے داہنی پستان سے دودھ نوش فرمایا حتی کہ خوب سیر اب ہو گئے پھر میں نے بائیں پستان پیش کی تو آپ ﷺ نے اعراض فرمایا، میں نے وہ اپنے بیٹے کو پلائی تو وہ اسے پی کر سیر اب ہو گیا اور مزید نہ پی سکنے کی بنا پر اسے چھوڑ دیا، جب شام ہوئی اور ہم نے کھانے کا ارادہ کیا تو میرے شوہر نے اونٹنی کو دیکھا وہ دودھ سے بھری ہوئی تھی، اس نے دودھ نکالا اور ہم دونوں نے خوب پیا حتی کہ دونوں ہی شکم سیر ہو گئے پھر سوئے تو یہ رات ہمارے اور ہماری اولاد کے لیے خیر و برکت والی گزری، میرے شوہر نے مجھ سے کہا: اے حلیمہ! بیشک تو نے بہت مبارک و بلند شان والا بچہ لیا ہے۔

پھر ہم اپنے شہر کی جانب لوٹے تو میں اپنی سواری کے ساتھ ہمراہیوں پر سبقت لی گئی تو عورتیں ایک دوسرے سے کہنے لگیں: بھلا کیسے تم نے ہمارے قافلے پر سبقت حاصل کر لی حالانکہ آتے وقت تو یہ سواری تمہیں بڑی مشکل سے گرتی پڑتی یہاں لائی تھی لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ بہت طاقتور و تیز ہو گئی ہے؟ میں نے ان سے کہا: ہاں ایسا ہی ہے۔

ہماری بہت سی بکریاں تھیں جنہیں ہم چرنے کے لیے اپنی زمین میں بھیجا کرتے تھے اور اللہ جانتا ہے کہ ہماری زمین کس قدر بنجر اور ویران تھی لیکن ہماری بکریاں اسی زمین میں چرنے جاتیں اور واپسی پر ان کا دودھ بھرا ہوا ہوتا تھا

تو ہم جس قدر چاہتے دودھ پی کر سیراب ہو جایا کرتے تھے لیکن ہمارے علاقے والوں کی بکریوں میں ایک قطرہ بھی دودھ نہیں ہوتا تھا، وہ لوگ چرواہے سے کہا کرتے: ہائے تجھے کیا ہو گیا ہے ہماری بکریاں بھی اسی جگہ چرایا کرو جہاں ابو ذوئب کی بیٹی کی بکریاں چراتے ہو، پس ان کی بکریاں بھی وہیں چرتی جہاں ہماری بکریاں چرا کرتی تھیں لیکن پھر بھی ان کی بکریاں بغیر دودھ کے واپس آتیں جبکہ ہماری بکریاں دودھ سے لبالب ہوتیں ہم جتنا چاہتے ان کا دودھ دوہا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہم پر نازل ہوتی رہیں اور ہم جانتے تھے کہ یہ سب حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک دو سال ہو گئی لیکن آپ ﷺ کے بچپن کی اُٹھان بھی دیگر بچوں سے بالکل جدا تھی، اللہ کی قسم! آپ ﷺ دو سال کی عمر میں بھی نہایت صحت مند و توانا تھے، لہٰذا ہم انہیں لے کر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس واپس لوٹے تو اُن کی آنکھیں انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور انہیں دلی مسرت ہوئیں، ہم آپ ﷺ کی عظیم برکات کے سبب آپ کو واپس نہیں کرنا چاہتے تھے نیز ہمیں شہری ماحول کی وباء کا بھی خوف تھا اسی لیے ہم انہیں اپنے علاقے واپس لے جانے کے خواہاں تھے لہٰذا (منت وسماجت کے بعد) ہم اپنی خواہش میں کامیاب ہو گئے۔

آپ ﷺ کے واپس لائے جانے کے دو یا تین مہینے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ کا رضاعی بھائی جو آپ کے ساتھ کھیل رہا تھا اچانک دوڑتا ہوا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے قرشی بھائی کی خبر لو کہ اس کے پاس دو شخص آئے جنہوں نے سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے انہوں نے میرے بھائی کو پکڑ کر لٹایا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا ہے، یہ سن کر میں اور میرا شوہر بھاگتے ہوئے گئے تو ہم نے آپ ﷺ کو کھڑا ہوا دیکھا لیکن آپ کا رنگ متغیر تھا پس آپ کے رضاعی والد نے آغوش میں لیا اور پوچھا کیا ماجرا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس دو افراد آئے جنہوں نے سفید رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے انہوں نے مجھے پکڑ کر لٹایا اور میرے پیٹ کو چاک کر کے اس میں سے کسی چیز کو نکال کر باہر پھینک دیا اور پھر اسے دوبارہ بند کر دیا جیسا کہ پہلے تھا۔

میرے شوہر نے کہا: میرے ساتھ چلو ہم انہیں اِن کی والدہ کی پاس واپس چھوڑ آتے ہیں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے اس بیٹے کو کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے لہٰذا ہم انہیں ساتھ لے کر اِن کی والدہ کے پاس لوٹے تو انہوں نے دیکھ کر فرمایا: تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ انہیں ساتھ لے جانے کے لیے کاوشیں کر رہے تھے اور اب انہیں واپس بھی لے آئے ہو؟ ہم نے کہا: ہمیں ان کے بارے میں مصائب کا اندیشہ ہے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے بتاؤ کیا ماجرا اور کیا واقعہ ہے؟ پس ہم نے سارے واقعات تفصیل سے ان کے گوش

گزار کر دیئے جنہیں سن کر آپ نے فرمایا: کیا تمہیں ان کے بارے میں شیطان کا خوف ہے، ہر گز نہیں، اللہ کی قسم! شیطان کو ان پر کوئی سبیل نہیں ہے کہ بے شک میرے بیٹے کی بڑی شان ہے کیا میں تمہیں ان کے بارے میں کچھ بتاؤں؟ ہم نے کہا: کیوں نہیں، ضرور بتائیں، پس آپ رضی اللہ عنہا نے جو کچھ (دورانِ حمل اور وقت پیدائش) دیکھا تھا اور جو غیبی صدائیں سنی تھیں وہ بیان کیں، پھر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم لوگ انہیں میرے پاس ہی چھوڑ دو۔

شقِ صدر

صحیح مسلم میں حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

(اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَتَاهُ جِبْرِيلُ وَ هُوَ يَلْعَبُ مَعَ الغِلْمَانِ فَاَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عَلَقَةً فَقَالَ: هٰذَا حَظُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طَسْتٍ مِن ذَهَبٍ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ لَامَهُ ثُمَّ اَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَ جَاءَ الغِلْمَانُ يَسْعَوْنَ اِلَى اُمِّهِ (يَعْنِي ظِئْرَهُ) فَقَالُوا: اِنَّ مُحَمَّداً قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوْهُ وَ هُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ. قَالَ اَنَس: وَ قَدْ كُنْتُ اَرَى اَثَرَ ذٰلِكَ المَخِيطِ فِي صَدْرِهِ)[۲۳].

---

[۲۳] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ ۷۴، ص۸۷، رقم ۱۲۶۔

ترجمہ: "حضور نبی کریم ﷺ کے پاس جبرائیل امین تشریف لائے، آپ ﷺ اس وقت بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو انہوں نے آپ ﷺ کو پکڑ کر لٹایا اور سینہ چاک کر کے دل نکالا اور اس میں سے سیاہ رنگت کا کوئی لوتھڑا باہر پھینکا اور کہا: یہ شیطان (کے وار کرنے) کا حصہ تھا، پھر اسے (دل کو) سونے کے طشت میں زم زم کے پانی سے دھویا اور دوبارہ سی دیا، بچے اپنی ماں کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا: محمد قتل ہو گئے ہیں! وہ سب آپکی طرف آئے تو آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کا رنگ اُڑا ہوا تھا"۔

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس سلائی کا نشان آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر دیکھا تھا۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں مذکور ہے کہ معراج کی رات بھی آپ ﷺ کا سینہ اقدس چاک کیا گیا تھا لہٰذا سینہ چاک کرنے کا واقعہ کئی مرتبہ ہوا ہے[۲۴]۔

---

[۲۴] شق صدر کا واقعہ کتنی بار وقوع پذیر ہوا اس میں قدرے اختلاف ہے جمہور علمائے اسلام اسی جانب ہیں کہ تین مرتبہ وقوع ہوا، پہلی مرتبہ سیدہ حلیمہ کے یہاں چار یا پانچ سال کی عمر میں، دوسری مرتبہ اعلان نبوت کے وقت غارِ حراء میں اور تیسری مرتبہ معراج کی رات مکہ مکرمہ میں۔ اہل سنت کے علمائے کرام نے شق صدر کا واقعہ حضور ﷺ کے معجزات میں سے قرار دیتے ہوئے اسے ثابت رکھا ہے جبکہ معتزلہ علی الاعلان اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے وقوع پر اپنے تئیں عقلی اعتراضات کرتے ہیں جن کے جوابات علمائے اسلام نے ذکر کر دیئے ہیں اس کی کچھ
=

سیدتنا خدیجہ کی حلیمہ سعدیہ پر سخاوت

حضرت سیدتا حلیمہ رضی اللہ عنہا اس وقت بقید حیات تھیں جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا تو اسی زمانے میں یہ مکہ مکرمہ تشریف لائی تھیں اور شکایت کر رہی تھی کہ ان کے علاقے میں قحط سالی ہے اور مواشی ہلاک ہو رہے ہیں یہ سن کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ساتھ تعاون فرمایا اور انہیں چالیس بکریاں اور ایک اونٹ عنایت فرمایا جنہیں لے کر یہ اپنے علاقے واپس تشریف لے گئیں، پھر یہ اسلام کے زمانے میں واپس تشریف لائیں اور انہوں نے اورِان کے شوہر نے اسلام قبول کر لیا تھا جبکہ ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا[25]۔

=

تفصیل "تفسیر کبیر" اور "عمدۃ القاری" میں بھی مذکور ہے۔

اہلِ تشیع اس بارے میں بظاہر اختلاف نہیں کرتے لیکن اقرار کرنے سے بھی کتراتے ہیں ان کے مجتہد اعظم مجلسی نے "بحار الانوار" میں لکھا ہے: ہم اس کا انکار واثبات کرنے کے بجائے توقف کرتے ہیں لیکن ہمارے شیعہ علماء نے اس واقعہ پر اعتراضات کیے ہیں، ۶۱/ ۴۰۱، دور جدید کے کچھ نام نہاد محقق بھی انہی کی پیروکاری میں شامل دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں سوادِ اعظم کی موافقت اور اسی پر موت نصیب فرمائے۔

[25] الحمد للہ ہمیں اپنے جمہور علمائے اسلام کی اتباع کی بدولت صرف یقین ہی نہیں بلکہ یقین کامل واکمل ہے کہ محبوب دوعالم ﷺ کے والدین کریمین اور آپ ﷺ کی رضاعی والدہ اور والد

=

رضاعی بہن کی آمد اور مصطفی کریم ﷺ کی محبت

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائیوں میں عبد اللہ، اُنیسہ اور شیماء شامل ہیں، سیدہ حلیمہ کے شوہر حارث بن عبد العزی جن سے آپ کی اولاد ہوئی یہ قبیلہ ہوازن سے تعلق رکھتے تھے اور اسی رضاعت کے سبب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو واپس کر دیا تھا انہیں قیدیوں میں آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء بھی شامل تھیں جب جنگ حنین کے موقع پر یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے لیے چادر بچھائی اور انہیں اس پر بٹھایا اور ارشاد فرمایا:

اگر تمہیں پسند ہو تو میرے پاس ہی تکریم سے رہو اور اگر چاہو تو اپنی قوم کے ساتھ واپس چلی جاؤ، تو آپ نے قوم کے ساتھ جانے کے لیے عرض کی لہٰذا آپ ﷺ نے انہیں کافی سامان دیا اور تکریم کے ساتھ رخصت فرمایا۔

=

وغیرہ سب ہی دولت ایمان سے مشرف ہوئے تھے، اسی لیے ہم نے ترجمہ میں جابجا ان حضرات کے اسمائے گرامی کے ساتھ رضی اللہ عنہا اور رضی اللہ عنہ وغیرہ لکھا ہے۔ امام الحدیث سیدنا جلال الدین سیوطی نے ایمانِ والدین پر گیارہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں اس موضوع پر بہترین مواد یکجا کر دیا ہے، ہم نے اپنی دیگر کتب میں کئی جگہ اس حوالے سے کلام کیا ہے لہٰذا یہاں تفصیلی دلائل کے اعادے کی حاجت نہیں۔ اعجاز

والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے زمانے میں اوران کے وصال کے بعد بھی سیدہ اُمِ ایمن برکتِ حبشہ[26] نے آپ ﷺ کی پرورش کی خدمت سرانجام دی اوریہ آپ ﷺ کے والد ماجد کی کنیز تھیں۔ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال تھی تو آپ ﷺ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ حضور کے ننھیال[27] بنی عدی بن نجار سے ملانے لائیں یہاں انہوں نے ایک مہینہ قیام فرمایااور پھر بیت الحرام کے ارادے سے واپس ہوئیں تو راستے میں ابواء کے مقام پر انہیں بخار لاحق ہوا جس سے غشی طاری ہوگئی پھر جب کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر رونے لگیں اور یہ اشعار پڑھے[28]:

---

[26] حضور نبی کریم ﷺ انہیں فرماتے تھے: أَنْتِ اُمِّيْ بَعْدَ اُمِّيْ. ترجمہ: "آپ میری والدہ کے بعد ان کی جگہ ہیں"۔ مواہب اللدنیہ، المقصد الاول، ج۹۷/۱، دار الکتب العلمیۃ۔

[27] جس ننھیال کی طرف اشارہ کیا گیا، وہ یوں ہے کہ ہاشم بن عبد مناف نے مدینہ منورہ میں سلمٰی بنت عمرو بنی نجار سے شادی کرلی تھی اور ان سے عبد المطلب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

[28] امام صالحی نے "سبل الہدی والرشاد" ۶۵۱/۲ پر اس میں سے آٹھ اشعار ذکر کیے ہیں جن کے الفاظ میں اس کی نسبت زیادہ صحت و معنویت ہے، یہاں جو الفاظ ذکر کیے گئے ہیں وہ قدرے سقیم لفظی و معنوی حیثیت کے حامل ہیں، بایں ہمہ ہم نے مفہومی ترجمہ لکھ دیا ہے تفصیل کے لیے دلائل النبوہ اور سبل الہدی والرشاد کی جانب مراجعت فرمائیں۔

بَارَكَ رَبِّي فِيْكَ مِنْ غُلَامٍ يَا بْنَ الَّذِي فُوْدِي مِنَ الحِمَامِ
يَا بْنَ الَّذِي مِنْ حَوْمَةِ الحِمَامِ فُدَى غَدَاةُ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ
اِنْ صَحَّ مَا رَاَيْتُ فِي مَنَامِي فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الاَنَامِ

ترجمہ: اے میرے بیٹے! اللہ تعالی تجھے برکت دے کہ تو اس کا بیٹا ہے جس پر موت بھی فدا ہوگئی تھی، تم اس کے بیٹے ہو جس پر پانسو کے فال فدیہ بنا کر ڈالے گئے اور موت کی وادی سے انہیں نکال لیا گیا جو کچھ میں نے تیرے بارے میں اب تک خوابوں میں دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو تمہیں لوگوں کی طرف (رسول بنا کر) مبعوث کیا جائے گا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: "ہر زندہ کو مرنا اور ہر نئے کو بوسیدہ ہونا ہے، ہر کثرت مٹنے والی ہے اور میں بھی مرنے والی ہوں لیکن ان کا چرچہ باقی رہے گا، بیشک میں نے تمہیں ستھرا پیدا کیا اور تمہیں سراپا ذکر چھوڑے جارہی ہوں"، اس کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔

لہٰذا آپ ﷺ اُمِ ایمن کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے جب لوٹے تو حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنے سینہ سے لگا کر رونے لگے اور آپ ﷺ کو بہت پیار کیا۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہمیشہ ایسی ہی تعظیم و شفقت کو مظاہرہ فرماتے اور ہر لحاظ سے آپ ﷺ کو فوقیت دیتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے: بیشک میرے اس بیٹے کی بڑی شان، رفعت اور مرتبہ ہے۔

دادا کا وصال اور چچا کا پرورش کرنا

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپ کے مددگار و شفیق دادا بھی وصال فرما گئے اس وقت ان کی عمر مبارک ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی، کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ان کے جنازہ کے ہمراہ روتے جاتے تھے حتی کہ انہیں مقام "حجون" میں دفن کیا گیا۔ دادا کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی پرورش آپ کے شفیق چچا حضرت ابو طالب نے کی، کیونکہ انہیں آپ کے دادا بطورِ خاص آپ ﷺ کی کفالت کرنے کی وصیت فرما گئے تھے۔

تجارتی سفر

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال ہوئی اور ایک قول کے مطابق بارہ سال دو مہینے اور دس دن ہوئی تو آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کے تجارتی قافلے میں شریک ہوئے، اس سفر میں بصریٰ پہنچے تو بحیرا راہب نے انہیں دیکھتے ہی ان تمام نشانیوں کے ذریعے پہچان لیا، جو اس نے اپنی کتابوں میں پڑھی تھیں، لہٰذا وہ آیا اور آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا:

"یہ کائنات کے سردار اور اللہ کے رسول ہیں جنہیں رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیا جائے گا"۔

لوگوں نے اس سے استفسار کیا، تم نے یہ کیسے جانا؟ اس نے کہا: جب تم لوگ اس طرف آ رہے تھے تو ان درختوں اور پتھروں نے سجدہ کیا تھا اور یہ دونوں چیزیں نبی مختار کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتیں۔

راہب نے حضرت ابو طالب سے ان کے بارے میں مزید دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ میرا بھتیجا ہے، راہب نے کہا: کیا تم ان سے محبت کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، تو راہب نے کہا: اگر تم انہیں ساتھ لے کر شام گئے تو یہودی انہیں قتل کر دیں گے، یہ سن کر حضرت ابو طالب گھبرا گئے اور انہوں نے چند نوجوانوں کے ساتھ آپ ﷺ کو واپس مدینہ منورہ بھیج دیا۔

سیدہ خدیجہ کا مال تجارت

آپ ﷺ نے شام کا دوسرا سفر پچیس سال کی عمر مبارک میں حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ کیا، آپ ﷺ ان کا مال تجارت لے کر روانہ ہوئے، جب آپ ﷺ بصریٰ کے مقام پر پہنچے تو نسطورا راہب کے مسکن کے قریب ایک درخت کے پاس قیام فرمایا تو نسطورا راہب نے یہ دیکھ کر کہا: اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کسی نے قیام نہیں کیا۔ پھر اس نے آپ ﷺ کی آنکھوں میں موجود سرخی کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، تب اس نے کہا: یہ کبھی ختم نہیں ہو گی کیونکہ آپ نبی بلکہ آخری نبی ہیں۔

بعد ازاں آپ ﷺ نے تجارتی اموال فروخت کیے اور بہت نفع حاصل کیا اور واپس لوٹے تو سخت گرمی کے عالم میں بھی فرشتوں نے آپ کو سایہ فگن تھے جبکہ میسرہ گرمی سے بے حال تھے، جب اسی عالم میں آپ ﷺ مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو دیکھا لیا پھر آپ ﷺ نے انہیں نفع کی نوید سنائی اور میسرہ نے اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا اور جو کچھ بصریٰ کے راہب نے کہا تھا وہ سب بتایا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت آپ ﷺ سے شادی کا ارادہ کیا اور انہیں دنوں میں آپ کی شادی ہوگئی اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تمام اولادِ کرام انہیں کے بطنِ اقدس سے ہوئی سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جب تک بقید حیات رہیں آپ ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں فرمایا، آپ ﷺ اکثر اوقات انہیں یاد کرکے فرماتے تھے کہ خدیجہ تو ایسی شان والی تھی۔۔۔۔ خدیجہ تو ایسی تھی۔۔۔۔ (وغیرہ)۔

تعمیر خانہ کعبہ اور تنصیب حجر اسود

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس سال (۳۵) ہوئی تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر و مرمت کا ارادہ کیا لہٰذا جب تعمیر کے دوران حجر اسود کی تنصیب کا مرحلہ آیا تو ان میں جھگڑا ہو گیا کہ اسے رکھنے کا کون زیادہ حق دار ہے،

اس بارے میں جب کافی بحث و مباحثہ ہوچکا اور نوبت قتال تک آپہنچی تو بالآخر سب کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ جو بھی کل باب بنی شیبہ سے سب سے پہلے داخل ہوگا وہی اس کا فیصلہ کرے گا، چنانچہ دوسرے دن آپ ﷺ ہی سب سے پہلے داخل ہوئے لہٰذا سب نے کہا: اس امین کے فیصلے پر ہم راضی ہیں کیونکہ وہ تمام ہی لوگ آپ ﷺ کو اعلان نبوت سے قبل ہی "امین" کہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے تمام سرداروں کو بلایا اور زمین پر چادر بچھا کر حجر اسود اپنے ہاتھوں سے اس میں رکھ دیا پھر فرمایا: ہر قبیلہ کا سردار اس چادر کا ایک کونہ تھام لے، یوں سب نے مل کر اسے اُٹھایا، جب وہ مقام تنصیب کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھوں سے نصب کردیا۔

اعلانِ نبوت و رسالت

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمت بنا کر کائنات کی جانب مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کے پاس فرشتوں کے سردار سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیجا۔ آپ ﷺ کی وحی کی ابتدا نیک خوابوں سے ہوئی آپ ﷺ جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح روشن کی طرح سچا ہو کر پورا ہو جاتا تھا پھر آپ ﷺ کو خلوت نشینی محبوب ہوئی تو غارِ حراء میں خلوت گزیں ہو گئے اور اس میں شب و روز عبادت کرنے لگے حتی کہ حق کا فرستادہ آپ ﷺ پر آیات مبارکہ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ ترجمہ: "پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا"۔ [العلق ۹۶: (۱)]

لے کر نازل ہوا اور یہ رمضان المبارک کی سترہویں یا اٹھارویں تاریخ تھی جبکہ بعض نے کہا: ربیع الاوّل کا مہینہ تھا[۲۹]۔

اوّلین اسلام لانے والے خوش نصیب

آپ ﷺ پر سب سے پہلے خواتین میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں جبکہ مردوں میں حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بچوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت دس سال کے قریب تھی، غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اولاً مشرف با ایمان ہوئے۔

ابو طالب کا وصال اور مصائب کا آغاز

اعلانِ نبوت کے دسویں جبکہ بعض کے مطابق آٹھویں سال آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب نے وفات پائی اور ان کے وصال کے تین یا پانچ دن بعد بلکہ ایک قول کے مطابق ان سے پہلے ہی عظیم مناقب کی حامل سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وصال فرما گئیں تو آپ ﷺ کو ایک بڑی مصیبت کا سامنا ہوا اور کفارِ قریش سے جو ممکن ہو سکا تکالیف دینا شروع کیں کیونکہ حضرت ابو طالب

۲۹ محدثین کرام کی روایات کے تناظر میں ۱۷ رمضان المبارک کی تاریخ تھی۔

نے آپ ﷺ کو محفوظ کیے رکھا اور ہر طرح سے معاونت فراہم کی تھی نیز ان کفار کو ایذا و تکلیف دینے سے باز رکھا ہوا تھا (لیکن آپ کے وصال کے بعد) حضور نبی کریم ﷺ برابر تکالیف و شدائد کا صبر کے ساتھ سامنا کرتے رہے اور اُمت کو ڈرانے اور توحید کی طرف بلانے پر اجر پاتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے طائف کا سفر اختیار کیا اس سفر میں آپ ﷺ کے غلام سیدنا زید بن حارثہ بھی ہمراہ تھے یہ سفر اس لیے تھا تاکہ قبیلہ ثقیف کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلائیں لیکن ان لوگوں نے نہایت سنگینی کا مظاہرہ کیا اور ان میں سے اس وقت کوئی بھی سننے اور ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہوا لہٰذا آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں امان لے کر تشریف لائے۔

معراج نبوی

انہیں دنوں میں جنات کا ایک گروہ حاضر ہوا اور قرآن مجید سنا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سیر کرائی اور معراج کی نعمت سے سرفراز فرمایا جس سے خوشی و مسرت میں اضافہ ہوا، معراج کے وقت آپ ﷺ کی عمر اِکیاون (۵۱) سال اور نو مہینے تھی، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا یہ سفر اپنے بھائیوں یعنی انبیائے کرام کے ساتھ عبادت کرتے ہوئے مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ اور تمام ہی انبیائے کرام پر دُرود نازل فرمائے۔

پھر آپ ﷺ آسمانوں کی جانب تشریف لے گئے تو پہلے آسمان پر سیدنا آدم، دوسرے پر سیدنا یحییٰ اور سیدنا عیسیٰ، تیسرے پر سیدنا یوسف، چوتھے پر سیدنا ادریس، پانچویں پر سیدنا ہارون، چھٹے پر سیدنا موسیٰ اور ساتویں پر سیدنا ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات ہوئی ان میں سے ہر ایک سے ملاقات کرتے وقت آپ ﷺ نے سلام کہا اور سب ہی نے آپ ﷺ کے سلام کا جواب پیش کیا اور ساتھ ہی فرمایا: نبی صالح کو خوش آمدید۔

پھر آپ ﷺ کو مزید اوپر لے جایا گیا حتی کہ سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نے قلموں کے چلنے کی آوازیں سنیں اور یہ وہ مقام ہے جہاں تک کسی بشر کو رسائی حاصل نہیں ہوئی، یہاں آپ ﷺ کو خواہش سے بالاتر بزرگی بخشی گئی اور اللہ تعالی کی زیارت اور گفتگو کی نعمت سے سرفراز فرمایا گیا۔

آپ ﷺ پر اور آپ کی اُمت پر پانچ نمازوں کو فرض کیا گیا، اس کے بعد آپ ﷺ بیت المقدس واپس تشریف لائے اور جبرائیل بھی آپ کے ہمراہ تھے، جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں اپنے بستر پر تشریف لائے تو اس وقت رجب المرجب کی ستائیسویں رات کی گھڑیاں باقی تھیں جبکہ بعض کے مطابق

سترہ ربیع الاوّل یا رمضان کی رات تھی[۳۰]۔ یہ واقعہ نہایت عظیم اور واضح نشانی وحجت تھا۔

معراج نبوی اور قریش کے سوالات

جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے قریش کو اس واقعہ سے مطلع فرمایا، لیکن انہوں نے اسے جھٹلا دیا اور کہنے لگے کہ جو کچھ آپ نے بیت المقدس میں دیکھا بھلا اس کی نشانیاں تو بیان کریں؟ جب آپ ﷺ اس کی نشانیاں بتانے لگے تو دورانِ کلام کچھ اشیاء کے بارے میں تفصیلات کی بابت پردہ رہا تب اللہ تعالی نے سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ مسجد اقصیٰ کو دار عقیل کے پاس حاضر کردیں تاکہ آپ ﷺ اپنی آنکھوں سے ان کی پوچھی گئی نشانیاں بیان کردیں تو آپ ﷺ نے ان کے پوچھے گئے سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے، نیز انہوں نے شام سے آنے والے اُونٹوں کے بارے میں پوچھا، تو آپ ﷺ نے اس کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ بدھ کے دن تک آجائے گا، جب بدھ کا دن ہوا اور سورج غروب ہونے کے قریب ہی تھا اور وہ قافلہ ابھی تک نہیں پہنچا تھا تو آپ ﷺ نے اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ اس سورج کو غروب ہونے سے روک دیا جائے (تاآنکہ وہ

[۳۰] جمہور علمائے کرام نے ۲۷ رجب المرجب ہی کو صحیح قرار دیا ہے۔

قافلہ نہ آن پہنچے) پس اسے غروب ہونے سے روک دیا گیا اور وہ قافلہ آ گیا لہٰذا وہ آپ ﷺ کی سچائی کو جان گئے لیکن بایں ہمہ اسلام نہیں لائے۔

دعوت و تبلیغ

آپ ﷺ نے بنفس نفیس قبائل کو (توحید و رسالت اور اپنی) نبوت کے بارے میں روشن دلائل و نشانیوں کے ساتھ دعوت دی حتی کہ اللہ تعالی نے اوس و خزرج جیسے قدیم دشمنوں کو (آپ ﷺ کی دعوت کے طفیل) نرم کر دیا تا کہ وہ ان کی ذات کے لیے محافظ بنیں اور یہ ان لوگوں کو مضبوطی فراہم کریں پس انہوں (اوس و خزرج کے افراد) نے ہجرت پر بیعت کی اور یہ کہ جس طرح وہ اپنے گھر والوں سے تکالیف کو دور رکھتے ہیں ایسے ہی آپ ﷺ سے تکالیف کو دور رکھیں گے، لہٰذا آپ ﷺ نے اس کے بعد مکہ مکرمہ سے سفر ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ترپن (۵۳) سال تھی اور اعلانِ نبوت کو تیرہ برس گزر چکے تھے۔

ہجرتِ مدینہ کا سفر

آپ ﷺ ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو نکلے تو آپ کے ہمراہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور عبد اللہ بن اُریقط لیثی تھے اور یہ (عبد اللہ) راستہ بتانے والے تھے۔

اسی سفر میں آپ ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں غارِ ثور میں تین دن تک پوشیدہ رہے اس دوران (غار کے دہانے پر) مکڑی نے جالا بن دیا اور کبوتری نے آ کر انڈے دے دیے نیز اور ابھی بہت سے مشہور واقعات رونما ہوئے بعد ازاں آپ دونوں حضرات غار سے نکلے اور اپنے راستے پر گامزن ہوئے۔

قُدَیْد[۱۳۱] کے راستے سے ہونے والے اس (ہجرت کے) سفر میں مشہور اور روشن نشانیاں ظاہر ہوئیں، مثلاً سراقہ بن مالک بن جعشم اور خیمہ والی اُمّ معبد کی بکری کے واقعات۔ پھر آپ ﷺ بارہ ربیع الاوّل پیر کے روز مدینہ منورہ تشریف لائے جبکہ بعض اہل علم نے آٹھ ربیع الاوّل بیان کیا ہے لیکن پہلا قول ہی معتمد ہے۔

آپ ﷺ نے داہنی سمت کا انتخاب کیا اور مدینہ منورہ کے بالائی حصے میں بنی عمرو بن عوف کے پاس قبا میں اُترے اور یہ تمکین و مرتبت کی نیک فال بھی تھی، اہل مدینہ (آپ ﷺ کی آمد پر) اتنے فرحاں و شاداں ہوئے کہ ہجوم کے باعث جگہ تنگ ہونے لگی پھر آپ ﷺ اونٹنی پر سوار ہوئے اور اس کی

---

[۱۳۱] مکہ مکرمہ کے قریب ایک قدیم جگہ کا نام ہے، تبع جب اہل مدینہ سے جنگ کے بعد یہاں اُترا تو اس نے خیمے لگائے لیکن ہوا نے اس کے خیمے اُکھاڑ دیے اسی لیے اسی "قدید" کہا جاتا ہے۔ معجم البلدان للحموی، ۳/ ۳۱۴۔

مہار کو چھوڑ دیا اور فرمایا: اسے جانے دو کہ اسے حکم دے دیا گیا ہے (کہ کہاں پڑاؤ کرنا ہے) وہ چلی اور آکر آپ ﷺ کے دادا کے ننھیال بنی نجار کے گھروں کے قریب (مستقل میں بنائے جانے والی) آپ ﷺ کی مسجد کے دروازے مقام پر ٹھہر گئی، آپ ﷺ نے یہیں قیام فرمایا لہٰذا یہ آپ ﷺ کا گھر ہوا اور انصار آپ ﷺ کے پڑوسی ہوئے۔

یہاں قیام فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے دین کی اشاعت اور اللہ ربّ العالمین کے پیغام کی تبلیغ میں پوری توانائی صرف کی، جنگی لشکر مہم پر روانہ کیے اور بعض میں خود بھی شرکت فرمائی حتی کہ وہ فتوحات حاصل ہوئیں جن کی تفصیلات سیرت کے ابواب میں مشہور ہیں۔

فتح مکہ اور بتوں کی رسوائی

ہجرت کے آٹھویں سال رمضان میں مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا، بیس رمضان المبارک کو بیت الحرام میں طواف کیا اور دورانِ طواف جب خانہ کعبہ کے گرد نصب تین سو ساٹھ بتوں کے قریب سے گزرے تو ان میں سے ہر ایک کی جانب اپنے تیر جبکہ ایک روایت کے مطابق اپنے ہاتھوں میں موجود چھڑی سے اشارہ کرتے ہوئے فرماتے: جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ [بنی اسرائیل ۱۷: (۸۱)] (ترجمہ: "حق آیا اور باطل مٹ گیا")، تو وہ بُت اپنے منہ کے بل گر جاتا۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھوں کثیر معجزات ونشانیاں ظاہر فرمائیں، آپ ﷺ کو خصائص وکمالات سے نوازا کہ بت آپ ﷺ کے اشارے سے گر پڑے، گوہ اور بھیڑیے نے آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دی، چاند آپ ﷺ کے لیے دو ٹکڑے ہوا، ہرنی کے دودھ پیتے بچے نے آپ ﷺ سے کلام کیا، آبشاروں کی مثل آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے، آپ ﷺ کے تھوڑے سے کھانے نے جم غفیر کو شکم سیر کر دیا، کھجور کا خشک تنا آپ ﷺ کے فراق میں رویا، کھانے نے آپ ﷺ کے سامنے اور کنکریوں نے آپ ﷺ کی مٹھی میں تسبیح بیان کی اور قرآن مجید کی آیات کا معجزہ تو کبھی ختم ہونے والا ہی نہیں (کہ ارشاد ہوتا ہے)

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ [حم السجدۃ ۴۱: (۴۲)]

ترجمہ: "باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے"۔

خصائص وکمالات کی جھلک

لہٰذا آپ ﷺ کے معجزات وکمالات تو اس قدر ہیں جن کا شمار ممکن نہیں، آپ ﷺ کے محاسن نہایت جمیل اور کثیر تھے اور صفات کریمہ روشن ومنور تھی، آپ ﷺ "محمد" ہیں کہ جن کی خصلتوں کو بہت سراہا گیا

"احمد" ہے کہ اللہ تعالیٰ کبیر ومتعال کی مخلوقات میں سب سے زیادہ تعریف کرنے والے ہیں اور **"ماحی"** ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل گمراہی کو ختم فرمانے والا ہے اور **"حاشر"** ہے کہ روزِ قیامت انہیں کے قدموں پر لوگ جمع ہوں گے اور **"عاقب"** یعنی نبیوں میں سب سے آخری ہے ،اسی طرح آپ ﷺ کے القاب میں **"نبی التوبہ"** بھی ہے کہ جس نے بھی ان کے وسیلہ سے توبہ کی وہ آئندہ کے لیے گناہوں سے بچ گیا اور **"نبی الرحمہ"** ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے طفیل مومن وکافر اور فاسق وفاجر پر بھی رحم فرماتا ہے۔یہ آپ ﷺ کے مشہور اسمائے مبارکہ میں سے چند ہیں جو معروف کتابوں میں آئے ہیں۔

حسنِ ازل کی تصویر وتنویر

آپ ﷺ تخلیق کے اعتبار سے تمام لوگوں میں کامل، ذات کے لحاظ سے سب میں خوب صورت اور صفات وکمالات میں سب سے افضل تھے۔

معتدل قد وقامت، خوبصورت جسم اقدس، کشادہ پیشانی، بھرا بدن، فربہ خلقت واعضائے شریفہ، سفید وپُرکشش اور تناسب کے قدرے گول وروشن رُخِ انور، چہرہ کی تابانی ایسی جیسے چودھویں کا چاند جوبن پر ہو، پیٹ اور سینہ کے سواء پورا جسم اقدس متناسب گوشت سے پُر، کشادہ پیشانی ،ابھری ہوئی خوبصورت بینی مبارک، ملی ہوئے اَبرو اقدس اوران کے مابین ایک رگ جو غضب کے لمحے ظاہر ہوتی، سرگیں آنکھیں، قدرے فراخ دہانہ مبارک، کشادہ

دندانِ اقدس جو دیکھنے میں بھلے لگتے، خوبصورت گردن، مضبوط کلائیاں، ہتھیلیاں اور قدمین شریفین بھرے ہوئے، دونوں ہاتھوں میں کشادگی اور تناسبی فاصلہ، بلند ٹخنے، فراخ شانے، بلند سینہ، گھنی داڑھی مبارک، گیسوئے اقدس کاندھوں تک دراز، کبھی کبھار سمٹ کر کانوں تک آشکار، نگاہیں آسمان کی جانب بلند ہونے کے بجائے زمین کی طرف جھکی ہوئیں، نہایت سخی، جس نے کسی بھی چیز کا سوال کیا اسے عطا فرمادی اوراس دین کو بھی شمار میں نہ جانا، بُردبار، بہت حیافرمانے والے ایسی حیا کہ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ ،بہادر اور ہر میدان میں صفِ اوّل میں قائم، مخلوق میں کوئی ان کی مثل بہادر نہیں۔

شجاعت نبوی اور صحابہ کرام

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

جب کبھی جنگ میں شدت آجاتی تو ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے سایہ میں پناہ گزیں ہوتے تھے۔

جنگ حنین کے دن جب (لوگوں کو) کچھ لمحے کے لیے پسپائی نظر آئی تو رسول اللہ ﷺ اس وقت اپنے خچر پر سوار تھے، آپ ﷺ نے اسے ایڑ لگائی اور مشرک دشمنوں کی جانب بڑھتے گئے اوراپنے نام کی صدا لگاتے گئے:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ   أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ترجمہ: میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں[۳۲]۔

(اس جنگ میں) جب بھی آپ ﷺ کے صحابہ کرام آپ کی جانب رجوع کرتے تو باطل ان کے آگے بھاگتا نظر آتا، اللہ تعالیٰ ان کی ذات پر دُرود اور سلام نازل فرمائے۔

اخلاق و کردار

آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا اور نہ غصہ فرمایا بس آپ ﷺ اُسی وقت جلال میں آتے جب اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو پامال کیا جاتا، آپ ﷺ مساکین سے بہت محبت فرماتے، اہل مرتبت لوگوں کی تکریم کرتے ، دین دار افراد کی حوصلہ افزائی فرماتے، جنازوں میں شریک ہوتے، مریضوں کی عیادت فرماتے۔

آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ تواضع فرمانے والے، اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے، روزے رکھنے والے، اُمت کے لیے فکر مند، طویل قیام کرنے والے تھے۔

---

[۳۲] صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب من قاد دابۃ غیرہ۔۔الخ، ص۵۸۳، رقم۲۸۶۴: صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوۃ حنین، ص۸۵۳، رقم ۱۷۷۶، سنن ترمذی، کتاب الجہاد، باب الثبات عند القتال، ص۳۹۴، رقم۱۶۸۸، مسند احمد، ۴/ ۳۱۳۰، رقم۸۴۶۸۔

حجۃ الوداع

آپ ﷺ نے دس سن ہجری میں ستر ہزار جبکہ بعض کے نزدیک ایک لاکھ لوگوں کے ساتھ حج ادا فرمایا اس وقت آپ ﷺ کی سواری پر جو پُرانا پالان رکھا ہوا تھا اس کی قیمت چار درہم تھی اور آپ ﷺ یہ صدا بلند فرما رہے تھے: اے اللہ! اس حج کو ایسا کر دے کہ اس میں کوئی ریا و دِکھاوا نہ ہو، اس حج میں وقوف عرفہ جمعہ کے دن آیا اسی لیے اسے حجۃ الاسلام اور حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس وقت جو صحابہ کرام موجود تھے الوداعی خطاب کرتے ہوئے انہیں رخصت کیا اور فرمایا: جو یہاں پر موجود ہیں عنقریب وہ مجھے دوبارہ نہیں دیکھ پائیں گے۔

آپ ﷺ نے اس سے پہلے بھی دو حج ادا فرمائے تھے، جبکہ بعض کے نزدیک اس سے زیادہ ادا کیے تھے۔ نیز چار عمرے بھی ادا کیے تھے اور آخری عمرہ اسی حج اکبر کے موقع پر ادا فرمایا۔ اسی حج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے یوم عرفہ کے دن اس وحی کو نازل فرمایا جسے دیکھ کر اُمت مسلمہ کے سُرور و ایمان اور شکر و ایقان میں اضافہ ہوا اور وہ سچا خطاب یہ تھا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا	ترجمہ: ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے

[المائدۃ ۵: (۳)] اسلام کو دین پسند کیا"۔

رسول کریم ﷺ کی وفات کے وقت اسی آیت کی جانب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اشارہ فرماتے ہوئے روئے اور آپ ﷺ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہمارا دین اگرچہ کامل ہو چکا ہے لیکن اس میں مزید اضافہ فرما دیں کیونکہ اس کے کامل ہونے کے بعد والے نقصان (یعنی آپ ﷺ کے وصال) کو ہم برداشت نہیں کر سکتے، تو آپ ﷺ نے ان کے اس اشارے کی تصدیق فرمائی۔

مرض وصال کا آغاز

آپ ﷺ حج سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو کچھ عرصے بعد گیارہ سن ہجری صفر کے آخری بدھ کو جبکہ بعض کے نزدیک صفر کی آخری دو راتیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا، تکلیف بڑھی اور بخار لاحق ہوا اور اس مرض نے شدت اختیار کر لی اس وقت آپ ﷺ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیام فرما تھے تو آپ ﷺ نے تمام ازواج سے اجازت طلب فرمائی کہ علالت کے تمام ایام میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام فرمائیں گے، سب ہی نے اجازت پیش کی، آپ ﷺ بارہ یا چودہ دِنوں تک علیل رہے ان ایام میں صرف تین دن کے علاوہ بقیہ تمام روز آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لاتے رہے۔

ایک روز سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے صبح (تہجد) کی اذان دی اور اطلاع دینے کے لیے کاشانہ اقدس پر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے

ارشاد فرمایا: اے بلال! رسول اللہ ﷺ اپنی کیفیت میں مشغول ہیں، پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ دوبارہ مسجد لوٹ آئے پھر صبح (فجر) کی اذان دِی اور دوبارہ کاشانہ اقدس حاضر ہوئے اور عرض کی: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ الله ! اور نماز کی اطلاع پیش کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابو بکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں لہٰذا سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے آگاہ کیا، جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے حبیب کریم ﷺ کی جگہ نماز کے لیے قیام فرما ہوئے اور آپ نہایت نرم دل تھے تو بلند آواز سے رونے لگے پھر بیہوش ہو کر گر پڑے نیز صحابہ کرام بھی اپنے نبی ﷺ کو نہ پانے کی بنا پر زار و قطار رونے لگے حتی کہ یہ آوازیں آپ ﷺ کی بارگاہ تک جا پہنچی تو دریافت فرمایا: یہ کیا ماجرا ہے؟ عرض کی گئی: یہ مسلمانوں کے رونے کی آوازیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے رسول خاتم النبیین ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے۔

پس آپ ﷺ نے وضو و غسل فرمایا تاکہ ان کے پاس تشریف لے جائیں لیکن مرض کی کمزوری نے ایسا نہ کرنے دیا جبکہ ایک روایت میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ باہر تشریف لائے انہیں نماز پڑھائی اور دوبارہ اندر چلے گئے۔

زندگی اور وصال کا اختیار

سیدنا جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ کا ربّ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: اگر آپ چاہیں تو آپ کو شفایاب اور صحیح کر دیا

جائے اور اگر چاہیں تو وصال دے کر بخش دیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میرے ربّ کا معاملہ ہے میرے ساتھ جو چاہے فرمائے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا۔

ایک نِدا کرنے والے نے صدا دِی: اے نیکوکاروں کے پیشوا، ہم نے تقدیر لکھ دی اور وہ پوری ہوتی ہے اور ہم جو کہتے ہے اسے پورا کرتے ہے:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ترجمہ: "بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے"۔

[الزمر ۳۹: (۳۰)]

دم وصال بھی اُمت کی فکر

آپ ﷺ کی بارگاہ میں جب ملک الموت علیہ السلام حاضر ہوئے تو عرض کی: اللہ تعالی نے مجھے آپ کے پاس یہ حکم دے کر بھیجا ہے کہ آپ مجھے جو بھی حکم دیں اس میں آپ ﷺ کی اطاعت کروں، آپ ﷺ نے دریافت کیا: میرے محبوب جبرائیل کو کہاں چھوڑا ہے؟ انہوں نے عرض کی: آسمانِ دنیا کے فرشتے ان سے تعزیت کر رہے ہیں، اسی اثنا میں جبرائیل علیہ السلام بھی حاضر ہو کر بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل! میری زندگی کے لمحات مکمل ہیں اور مجھے میرے ربّ کی جانب سے جس لطف کی بشارت دی گئی ہے (اسے بیان کرو کہ) اب میں بخوشی اپنی جان کو پیش کر رہا ہوں تو سیدنا جبرائیل

علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ کے حبیب! آسمانوں کے تمام دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور فرشتے صف در صف کھڑے ہاتھوں میں روح وریحان لیے آپ ﷺ پر رنچھاور کرنے کے لیے تیار ہیں، رضوان (خازنِ جنت) شاداں ہے اور آپ ﷺ کی پاکیزہ روح کا منتظر ہے۔

پس آپ ﷺ نے اللہ تعالی کی حمد بجا لائی اور فرمایا: میں نے اس بارے میں دریافت نہیں کیا تھا اے جبرائیل! مجھے خوشخبری دو؟ تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: جہنم کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہیں، فردوس بریں کو آراستہ کر دیا گیا ہے، اس کے درخت (ثمر بار ہو کر) لٹک رہے ہیں اور حوریں سج کر آپ ﷺ کی روح اطہر کا انتظار کر رہی ہیں، پس آپ ﷺ نے اللہ تعالی کی حمد بجا لائی اور فرمایا: اے جبرائیل! میں نے اس بارے میں دریافت نہیں کیا تھا، سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: سب سے پہلے آپ کے حشر معاملہ ہو گا، آپ ہی وہ پہلے ہوں گے جو اس کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور آپ ہی وہ پہلے ہوں گے جن کی شفاعت قبول کی جائے گی اور انہیں اِن کی مراد حاصل ہو گی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرا سوال اس حوالے سے نہیں تھا اور نہ ہی ان بشارات سے متعلق تھا جنہیں تم نے بیان کیا ہے تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: پھر کس بارے میں دریافت فرما رہے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

اے جبرائیل! اپنی اُمت کے بارے میں پوچھ رہا ہوں، ان کی تکالیف، ان کی پریشانی اوران کے رنج والم کے بارے میں دریافت کررہا ہوں، میری اُمت ناتواں ہے لیکن وہ مجھ پر ایمان لائی اوراپنے معاملے کو میرے سپرد کردیا، میری شریعت اوردین وملت کو تسلیم کیا، میری اطاعت واتباع کی، میری اُمت کا انجام کیا ہوگا اوران کے عذاب کا معاملہ کیسا ہوگا؟

سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ کے حبیب! آپ کو خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ اورآپ ﷺ کی اُمت کے لیے فیصلہ فرمادیا ہے کہ آپ سے پہلے کوئی نبی جنت میں نہیں جائے گا اورآپ کی اُمت سے پہلے کوئی اُمت داخل جنت نہ ہوگی۔ یہ سن کر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے پس اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شان کے مطابق ہماری اورجمیع امت کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

پھر سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی: اے احمد! اللہ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے اوریہ چاہتا ہے کہ آپ اس کی بارگاہ میں آئیں تاکہ وہ آپ کو (اپنی شان کے مطابق) دیکھے، لہٰذا آپ ﷺ نے ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا: تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اُسے پورا کرو، پس جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا۔

وصال نبوی

مروی ہے کہ آپ ﷺ نے آخری کلام میں فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور میری عترت کا خیال رکھو۔ جبکہ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے آخری کلام میں فرمایا: نماز کا خیال کرو، نماز کا خیال کرواوراپنے غلاموں کا دھیان رکھو (یعنی ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) [۳۳]۔

مصطفیٰ کریم ﷺ نے اپنی انگشتِ (شہادت) کو بلند کیا اور فرمایا: اَلرَّفِيْقُ الاَعْلٰى، پس آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔ اس وقت آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ان کے سینہ اقدس کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، قریب نصف النہار کا وقت، بارہ ربیع الاوّل پیر کا دن تھا جبکہ بعض کے نزدیک ربیع الاوّل کی آٹھویں تاریخ تھی۔

وصال کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی جبکہ بعض نے اس سے کچھ اوپر بھی بیان کی ہے، آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک میں صرف بیس کے قریب بال سفید تھے۔

آپ ﷺ کے وصال ظاہری سے بڑے بڑے صحابہ کرام بھی سکتہ میں آگئے، نہایت عظیم حیرت ومصیبت کا عالم تھا لہٰذا کچھ تو (شدتِ غم سے نڈھال

---

۳۳ سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز ۶، باب مرض رسول اللہ ﷺ ۶۴، ص ۲۸۵، رقم ۶۲۵۱۔

ہو کر) بیٹھ گئے اور باقی خاموشی کے عالم میں تھے حتیٰ کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ترجمہ: "بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے"۔ [الزمر ۳۹: (۳۰)]

تجہیز و تکفین

ازاں بعد جب آپ ﷺ کی وفات کا یقین ہو چکا تو اہلِ بیت کرام آپ ﷺ کو غسل دینے کے لیے جمع ہوئے ان میں سیدنا علی، سیدنا ابو الفضل عباس، حضرت عباس کے دو بیٹے سیدنا فضل اور سیدنا قثم، اُسامہ بن زید اور ان کا غلام صالح شامل تھے، سیدنا (ابو لیلیٰ) اوس (بن خولی) انصاری رضی اللہ عنہ نے دروازے کے پیچھے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آواز دی، اے علی! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اور انصاریوں کے رسول اللہ ﷺ سے تعلق کا واسطہ دیتا ہوں مجھے بھی اندر آنے دو، پس آپ نے فرمایا: آجاؤ تو وہ بھی اندر حاضر ہو گئے اور وہاں رہے لیکن انہوں نے غسل کے معاملات میں سے کوئی شئی سرانجام نہیں دی۔

امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

اِذَا اَنَا مُتُّ فَاغْسِلُوْنِي بِسَبْعِ قِرَبٍ مِنْ بِئْرِي بِئْرِ غَرْسٍ[۳۴]۔

ترجمہ: "اے علی! جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے میرے کنوئیں یعنی: بئرِ غرس کے سات ڈول پانی سے غسل دینا"۔

یہ کنواں قبا کے قریب واقع تھا اور آپ ﷺ اس کا پانی نوش فرمایا کرتے تھے۔

ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"رسول اللہ ﷺ کو بیری کے (پتوں والے) پانی سے غسل دیا گیا، قمیص میں ہی غسل دیا گیا اور پانی اس کنوئیں سے لیا گیا تھا جسے سعد بن خیثمہ نے قبا کے قریب کھدوایا تھا، آپ ﷺ سے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی گئی جیسی کے دیگر میتوں میں دیکھی جاتی ہے"۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے جسمِ اقدس کو ہلاتے اور کہتے جاتے: "میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان، آپ سے زیادہ پاکیزہ وطیب کوئی زندہ یا مردہ نہیں"۔ پھر آپ ﷺ کو چارپائی پر لایا گیا اور تین سفید یمانی چادروں کے کپڑوں میں کفن دیا گیا جس میں قمیص اور عمامہ شامل نہیں تھا[۳۵]، جبکہ ایک

---

[۳۴] سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز ۶، باب ماجاء فی غسل النبی ﷺ، ص ۲۶۰، رقم ۱۴۶۸۔

[۳۵] سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز ۶، باب ماجاء فی کفن النبی ﷺ ۱۱، ص ۱۲۶، رقم ۱۴۶۹۔

روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کپڑوں اور ایک حبرہ کی چادر میں کفن دیا گیا[۳۶] پھر چار پائی پر رکھ دیا گیا۔

نمازِ جنازہ اور تدفین

لوگوں نے بغیر امام کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ادا کی بایں طور کہ کچھ لوگ گروہ در گروہ حاضر ہوتے اور نماز پڑھ کر رخصت ہو جاتے، (مردوں کے نماز ادا کر لینے کے بعد) خواتین نے بھی اسی طرح نماز ادا کی، پھر مدفن کے بارے میں قیل و قال ہونے لگی تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

(مَا قُبِضَ نَبِيٌّ اِلَّا دُفِنَ حَيْثُ يُقْبَضُ)[۳۷]۔

ترجمہ: "جس جگہ پر کسی نبی کا وصال ہوتا ہے اسی جگہ اسے دفن کیا جاتا ہے"۔

---

[۳۶] امام ابن ماجہ نے روایت میں ذکر کیا ہے کہ سیدہ عائشہ نے حبرہ کی چادر میں کفن دیئے جانے سے انکار کیا ہے جیسا کہ مذکوہ بالا روایت ہی میں یہ فرمان بایں الفاظ موجود ہے: فَقِيلَ لِعَائِشَةَ: إِنَّهُمْ كَانُوا يَزْعُمُونَ أَنَّهُ قَدْ كَانَ كُفِّنَ فِي حِبَرَةٍ ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : قَدْ جَاؤُوا بِبُرْدِ حِبَرَةٍ ، فَلَمْ يُكَفِّنُوهُ یعنی حبرہ کی چادر کفن دینے کے لیے لائی تو گئی تھی لیکن اس میں کفن دیا نہیں گیا۔ ایضاً

[۳۷] سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز ۶، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم ۶۵، ص ۲۸۶، رقم ۱۶۲۸۔

اس پر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے وصال کو منتخب کیا ہے تو اس جگہ سے زیادہ بہتر بھلا کون سے جگہ ہو گی" لہٰذا سب لوگوں نے اس پر اتفاق کر لیا اور وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی۔

کہا گیا: تدفین منگل کے دن صبح کے وقت یا زوال کے وقت ہوئی جبکہ بعض حضرات نے کہا: بدھ کے دن ہوئی اور یہی قول زیادہ مشہور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر پانی بھی چھڑکا گیا۔

شہزادی کونین فاطمہ زہراء کی باباجان کے مزار پر حاضری

سیدہ بتول فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے لیے یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی پس انہوں نے قبر انور کی مٹی کو ہاتھ میں لیا اور آنکھوں سے لگا کر روتے ہوئے فرمایا:

مَا ذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ   اَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا   صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

ترجمہ: جس کسی نے بھی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدس کی مٹی کو سونگھ لیا ہے وہ اگر زندگی بھر کسی اور کو خوشبو کو نہ بھی سونگھے تب بھی کوئی ضرورت ہی نہیں مجھ پر تو ایسے مصائب ٹوٹے ہیں کہ اگر کسی روشن دن پر ٹوٹتے تو اسے سیاہ کر دیتے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خادم رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

يَا أَنَسُ ! أَ طَابَتْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ تَحْثُوا التُّرَابَ عَلَى حَبِيْبِ اللهِ ﷺ ؟[۳۸]۔

ترجمہ: اے انس! تمہارے دل نے کیسے گوارا کر لیا کہ اللہ کے حبیب ﷺ پر مٹی ڈالو؟

پس صحابہ کرام اور تمام ہی لوگ نہایت غم و فرقت میں تڑپنے لگے، صحابہ کرام اور اُمہات المومنین سب ہی روتے رہے اور آنسو ان کے رخساروں پر بہتے رہے جبکہ ان کے دلوں میں صورت حبیب ﷺ کی جُدائی کے سبب حسرت کے آنسو چھلک رہے تھے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں:

يَا أَبَتَاهُ ,أَجَابَ رَبًّا دَعَاهُ ,يَا أَبَتَاهُ ,جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ مَأْوَاهُ ,يَا أَبَتَاهُ , إِلَى جِبْرَائِيلَ نَنْعَاهُ[۳۹].

ترجمہ: بابا جان! آپ نے اپنے ربّ کی دعوت پر لبیک کہا، بابا جان! جنت الفردوس آپ کا مقام ہے، بابا جان! ہم جبرائیل سے اپنا غم کہتے ہیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

---

۳۸ سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز ٦، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ ٦٥، ص ٢٨٦، رقم ١٦٣٠۔

۳۹ سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز ٦، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ ٦٥، ص ٢٨٦، رقم ١٦٣٠۔

اے ہم سے راضی رہنے والے، اے نبی، اے برگزیدہ! اے حبیب! اے خلیل!۔

آپ کے چچا کے بیٹے ابو سفیان بن حارث (بن عبد المطلب) نے مرثیہ کہا[۴۰]:

أَرِقْتُ فَبَاتَ لَيْلِي لَا يَزُوْلُ   وَلَيْلُ أَخِي الْمُصِيْبَةِ فِيْهِ طُوْلُ
وَ أَسْعَدَنِي الْبُكَاءُ وَ ذَاكَ فِيْمَا   أُصِيْبَ الْمُسْلِمُوْنَ بِهِ قَلِيْلُ
لَقَدْ عَظُمَتْ مُصِيْبَتُنَا وَ جَلَّت   عَشِيَّةَ قِيْلَ قَدْ قُبِضَ الرَّسُوْلُ
وَ أَضْحَتْ أَرْضُنَا مِمَّا عَرَاهَا   تَكَادُ بِنَا جَوَانِبُهَا تَمِيْلُ
فَقَدْنَا الْوَحْيَ وَ التَّنْزِيْلَ فِيْنَا   يَرُوْحُ بِهِ وَ يَغْدُو جِبْرَئِيْلُ
وَ ذَاكَ أَحَقُّ مَا سَالَتْ عَلَيْهِ   نُفُوْسُ الْخَلْقِ أَوْ كَرَبَتْ تَسِيْلُ
نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُو الشَّكَّ عَنَّا   بِمَا يُوْحَى إِلَيْهِ وَ مَا يَقُوْلُ
وَ يُهْدِيْنَا فَلَا نَخْشَى ضَلَالاً   عَلَيْنَا وَ الرَّسُوْلُ لَنَا دَلِيْلُ
أَفَاطِمُ إِنْ جَزِعْتِ فَذَاكَ عُذْرٌ   وَ إِنْ لَمْ تَجْزَعِي ذَاكَ السَّبِيْلُ
فَقَبْرُ أَبِيْكِ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرٍ   وَ فِيْهِ سَيِّدُ الْخَلْقِ الرَّسُوْلُ

---

۴۰ ہم نے اس قصیدے کے اشعار کی تصحیح امام ناصر الدین دمشقی کی کتاب "سلوۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب" سے کی ہے، مخطوط میں قدرے سقم تھا، یہ طویل قصیدہ ہے مولف نے صرف چند منتخب اشعار ہی ذکر کیے ہیں، تفصیل کیلئے "سلوۃ الکئیب" ص ١٩١/ الزہرۃ للامام ابی بکر اصفہانی، ٥٠٩/ ٢ اور مواہب لدنیہ ٥٥٣/ ٤ دیکھیں۔

ترجمہ: میں غم محبوب میں رات بھر روتا رہا لیکن یہ رات ختم ہی نہیں ہو رہی گویا یہ رات بھی مصیبت ہی کی طرح طویل ہے، مجھے غم حبیب میں گریہ وزاری کی سعادت ملی اور یہ مسلمانوں کو پہنچنے والی مصیبت کے مقابل تھوڑی ہے کہ اس دن کی صبح ہمارے لیے کتنی مصیبت والی تھی جب ہمیں بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے اور ہماری یہ چٹیل زمین وسعت کے باوجود گویا ہم پر تنگ ہونے لگی، ہم نے اپنی اندر اُترنے والی وحی ربانی کو کھو دیا جسے جبرائیل صبح وشام لے کر نازل ہوتے تھے لہٰذا اس مصیبت پر لوگ جتنے بھی آنسو بہائیں یا غم کا اظہار کریں کم ہے، نبی ﷺ اپنے وحی اور گفتگو سے ہمارے شکوک وشبہات کو دور فرمادیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے تو ہمیں ایسی ہدایت بخشی ہے کہ ہمیں گمراہی کا کوئی خوف نہیں، کیونکہ ہمارے لیے آپ ﷺ کی ذات بطور دلیل وپیروی کے لیے کافی ہے، اے فاطمہ! اگر تم آنسو بہاتی بھی ہو تو بے شک تمہارے لیے عذر ہے اور اگر نہ بہاؤ اور صبر کرو تو بے شک یہی تمہیں شایاں ہے کہ تمہارے باباجان کی قبر اقدس تو تمام قبروں کی سردار ہے، اس قبر میں مخلوق کے پیشوا اور رسول ﷺ جلوہ فرما ہے۔

اللہ تعالیٰ ان پر دُرود وسلام نازل فرمائے اور اپنے یہاں ان کے لیے جو فضل وشرف رکھا ہے اس میں مزید اضافہ کرے اور ان حق داروں اور قیامت

تک آنے والے آپ ﷺ کے محبین کو بھی تعظیم وتکریم کے طفیل اس میں سے حصہ عطا فرمائے۔

مزارِ نبوی کی برکات تا قیامت رہیں گی

جن ثواب اور انعام واِکراماتِ طیبات وپاکیزات کی آپ ﷺ نے انہیں اپنے مزارِ پُرانوار کے پاس قربت کے سبب بشارت دی ہے نیز ان کے سلام کو سننے اور بنفس نفیس انہیں جواب دینے اور اللہ تعالیٰ کے اجر دینے کی جو نوید دی ہے (وہ بھی یقیناً انہیں حاصل ہو کر رہے گی)۔

امام ابوداؤد نے (اپنی سنن میں) سند صحیح کے ساتھ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ[1]۔

ترجمہ: جو کوئی بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[1] سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور، ص ۳۵۳، رقم ۲۰۴۱: مسند احمد، ۱۶/ ۴۷۷، رقم ۱۰۸۱۵: السنن الکبری للبیہقی، ۵/ ۴۰۲، رقم ۱۰۲۷۰: شعب الایمان، ۶/ ۵۲، رقم ۳۸۶۴: المعجم الاوسط، ۳/ ۲۶۲، رقم ۳۰۹۲: مجمع البحرین، ۸/ ۲۵، رقم ۴۶۴۸۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَآئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ یُبَلِّغُوْنِی عَنْ اُمَّتِی السَّلَامَ [۴۲].

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ سیاحت کرنے والے فرشتے بھی ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَیَاتِی خَیْرٌ لَکُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَ یُحَدِّثُ لَکُمْ وَ وَفَاتِی خَیْرٌ لَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَمَا رَاَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَ مَا رَاَیْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ [۴۳].

ترجمہ: میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہی ہے کہ میں مجھے وحی کی جاتی ہے اور میں تمہیں اس سے آگاہ کرتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہی ہو گی کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوں گے پس اس میں جو بھلائی دیکھوں گا تو اللہ کا شکر ادا کروں گا اور جب بُرائی نظر آئے گی تو تمہارے لیے استغفار کروں گا۔

---

[۴۲] مسند بزار، تحت مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/۳۰۷، رقم۱۹۲۴، شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی واجلالہ، ۳/ ۱۴۰، رقم۱۴۸۰۔

[۴۳] مسند بزار، تحت مسند عبد اللہ بن مسعود، ۵/۳۰۸، رقم۱۹۲۵۔

امام بزار نے ان دونوں احادیث کو رِجال صحیح کی سند کے ساتھ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز آپ ہی سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ رَدَدْتُ عَلَیْہِ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ مَکَانٍ آخَرَ بَلِّغُوْنِیْہِ، یَعْنِی بِہِ المَلَائِکَۃَ [۴۴].

ترجمہ: جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر دُرود بھیجا اسے میں خود لوٹاتا (جواب دیتا) ہوں اور جس نے کسی دوسری جگہ سے مجھ پر دُرود بھیجا ہو تو اُسے فرشتوں کے ذریعے مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہُ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہُ [۴۵].

ترجمہ: جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر دُرود پڑھا تو میں اِسے (بذاتِ خود) سنتا ہوں اور جس نے دُور سے پڑھا تو وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

---

[۴۴] ان الفاظ سے ہمیں یہ حدیث نہیں ملی البتہ اس سے ملتی جلتی حدیث آگے آرہی ہے اس کے تحت ماخذ کی تخریج کر دی گئی ہے۔

[۴۵] شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی واجلالہ، ۳/ ۱۴۱، رقم، ۱۴۸۱: حیاۃ الانبیاء للبیہقی، ص ۱۰۳، رقم ۱۸: الترغیب والترہیب للمنذری، باب الترغیب فی الصلوٰۃ علی النبی ۲/ ۳۱۷، رقم ۱۶۶۶: تاریخ بغداد للخطیب، ۴/ ۶۹۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِي بَعْدَ وَفَاتِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي[46].

ترجمہ: جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو گئی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِباً كُنْتُ لَهُ شَفِيْعاً أَوْ شَهِيْداً يَوْمَ الْقِيَامَةِ[47].

ترجمہ: جس نے بھی مدینہ میں نیکی کا طلبگار بن کر میری زیارت کی تو میں روزِ قیامت اس کے لیے شفاعت کرنے والا یا گواہ ہوں گا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ (تَعَالٰی) مَلَكًا أَعْطَاهُ أَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى قَبْرِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ اَحَدٌ اِلَّا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ وَيَقُوْلُ صَلَّى عَلَيْكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَتَكَفَّلَ لِي رَبِّيْ اَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ بِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْراً[48].

---

[46] شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی واجلالہ، ۶/ ۴۸، رقم ۳۸۵۷۔

[47] شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی واجلالہ، ۶/ ۵۰، رقم ۳۸۶۰۔

[48] التاریخ الکبیر للبخاری، ۶/۴۱۶، رقم ۲۸۳۱: الترغیب للمنذری، باب الترغیب فی الصلوٰۃ علی النبی، ۲/۳۱۹، رقم ۱۶۷۱: شفاء السقام للسبکی، ص ۱۷۲: کشف الاستار، ۴/۴۷، رقم ۳۱۶۲: القند

=

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی بات سن لینے کی طاقت عطا فرمائی ہے، وہ فرشتہ قیامت تک میری قبر کے پاس کھڑا رہے گا تو جو کوئی بھی مجھ پر دُرود پڑھے گا تو یہ فرشتہ مجھے اس شخص اور اس کے باپ کا نام بتا دیتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر دُرود بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہر درود کے بدلے درود پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

فالحمد لله الذي جعلنا من أُمّته وشرّفنا بجواره فنسألك اللّهم بجاهه العظيم وآله وصحبه وأزواجه ذوي القدر الفخيم أن توفّقنا لاقتفاء آثاره والاقتداء بواضح سبيل مناره والاهتداء بمصباح أنواره۔

اللهم اغفر لنا ولآبائنا وأمهاتنا والمسلمين واختم لنا بخير أجمعين

وانظر إلينا بعين الرحمة ياذا الفضل العظيم

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين۔

=

فی ذکر علماء سمرقند للنسفی، ص ۵۵۰، ترجمہ ۱۰۰۷: کتاب العظمۃ، ص ۲۶۲، رقم ۳۳۹: طبقات الشافعیہ للسبکی: ۱/ ۱۶۹: بغیۃ الباحث للہیثمی، ۳/ ۹۶۳، رقم ۱۰۶۳۔

تَمَّ الکِتَابُ

کتاب ہذا کے مخطوط کے کاتب نے آخر میں یہ تحریر لکھی ہے:

اس مولد شریف کی کتابت سے جمادی الاخر کے چوتھے جمعہ کی صبح سن ۱۳۲۶ ہجری میں فراغت ہوئی۔

العبد الفقیر الضعیف جعفر ابن المرحوم السید حسین بن السید یحییٰ ہاشم الحسینی المدنی غفر اللہ لھم امین.

کلماتِ تشکر

الحمد للہ !میلاد النبی ﷺ سے متعلق اس مختصر سی کتاب "المَوَارِدُ الهَنِيَّة فِي مَوْلِدِ خَيْرِ البَرِيَّة ﷺ" کے مخطوط کا ترجمہ آج منگل کی رات ۰۳/ نومبر، ۲۰۱۴ء بمطابق دس محرم الحرام ۱۴۳۶ھ شب عاشور، پایہ تکمیل کو پہنچا میں اس کا ثواب بصد عقیدت واحترام جمیع شہدائے کرب وبلا اور بالخصوص سیدنا امام حسین بن علی علیہما السلام کی نذر کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے، مجھے بلکہ جملہ اُمت محمدیہ کو ان کے فیضان کرم وعنایت کی بارشوں سے تادم زندگی اور بعد وصال بھی سیراب وفیض یاب فرمائے کہ:

یَلُوحُ الخطّ فِی القِرطَاسِ دَھراً
وَ کاتِبُہ رَمِیم فِی التُّرابِ

زِ اعجازِ اَحمد ﷺ جہاں روشن اَست

اعجاز بن بشیر احمد بن محمد شفیع
کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

المصادر والمراجع

القرآن الكريم و الفرقان العظيم " كلام الله تبارك و تعالى.

" البحر الزخار المعروف بمسند البزار " للامام الحافظ ابى بكر احمد البزار، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، الطبعة الاولى ١٤٠٩/١٩٨٨.

" البداية والنهاية" للامام عماد الدين اسماعيل ابن كثير الدمشقي، مركز البحوث والدراسات العربية و الاسلامية بدار هجر.

" التاريخ الكبير" للامام ابى عبد الله اسماعيل البخارى، دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

" الترغيب والترهيب " للامام الحافظ عبد العظيم المنذرى، مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الاولى ١٤٢٤.

" الروض الانف " للامام المحدث عبد الرحمن السهيلى، دار الكتب الاسلامية، الطبعة الاولى ١٣٨٧/١٩٦٨.

" المطالب العالية " للامام الحافظ احمد بن على بن حجر العسقلانى، دار العاصمة الرياض، الطبعة الاولى ١٤١٩/١٩٩٨.

" المورد الروى فى المولد النبوى " للامام ملا على القارى الحنفى، ادارة تحقيقات الاسلامية، لاهور الباكستان.

"تفسير الدر المنثور" للامام الحافظ جلال الدين السيوطى الشافعى، مركز البحوث والدراسات العربية و الاسلامية بدار هجر، الطبعة الاولى ١٤٢٤/٢٠٠٣

"بغية الباحث فى زوائد مسند الحارث " للامام الحافظ نور الدين الهيثمى، الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة، الطبعة الاولى ١٤١٣/١٩٩٢.

"حياة الانبياء " للامام ابى بكر احمد بن حسين البيهقى، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، الطبعة الاولى ١٤١٤/١٩٩٣.

" دلائل النبوة : للامام ابى نعيم الاصفهانى، دار النفائس بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٦/١٩٨٦.

" دلائل النبوة " للامام ابى بكر احمد بن حسين البيهقى، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الاولى ١٤٠٨/١٩٨٨.

" سبل الهدى والرشاد " للامام محمدبن يوسف الصالحى الشامى، وزاة الاوقاف القاهرة، الطبعة الاولى ١٤١٨/١٩٩٧.

" سلوة الكئيب بوفاة الحبيب" للامام ناصر الدين الدمشقى، دار البحوث للدراسات الاسلامية، دبئى.

"سنن الترمذى " للامام محمد بن عيسىٰ الترمذى، مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الاولى.

"سنن ابن ماجة " للامام ابو عبدالله محمد بن يزيد القزوينى، مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الاولى.

" سنن ابى داوُد " للامام ابو داوُد سليمان بن اشعث السجستانى، مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الاولى.

"السنن الكبرىٰ " للامام احمد بن شعيب النسائى، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الاولى ١٤٢١/٢٠٠١.

" الشفاء فى تعريف حقوق المصطفى ﷺ " للامام ابى الفضل عياض المالكى، جائزة دبئى الدولية للقرآن الكريم، الطبعة الاولى ١٤٣٤/٢٠١٣.

"شرح اصول اعتقاد اهل السنة" للامام هبة الله الطبری اللالكائی، الجامعة أُم القری، المكة المكرمة، الطبعة الثانية ١٤١١

" شعب الایمان " للامام ابی بكر احمد بن حسين البيهقی ، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الاولی ١٤٢٣/٢٠٠٣.

" شفاء السقام فی زيارة خير الانام " للامام تقی الدين علی السبكی الشافعی، دار الكتب العلمية بيروت .

" صحيح ابن حبان" للامام ابی حاتم محمدبن حبان البستی، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الاولی ١٤٠٨/١٩٨٨ .

" صحيح بخاری" للامام ابی عبد الله اسماعيل البخاری ، دار الكتاب العربی بيروت، الطبعة الاولی .

" صحيح مسلم " للامام مسلم بن حجاج القشيری ، دار طيبة الرياض، الطبعة الاولی ١٤٢٧/٢٠٠٦ .

"الطبقات الكبير" للامام محمد بن سعد الزهری، مكتبة الخانجی بالقاهرة، الطبعة الاولی ١٤٢١/٢٠٠١ .

" طبقات الشافعية " للامام تاج الدين عبد الوهاب السبكی ، دار احياء الكتب العربية .

" عيون الاثر " للامام ابی الفتح محمد ابن سيد الناس، دار ابن كثير بيروت .

" كتاب العظمة " للامام ابی الشيخ الاصفهانی، دار العاصمة الرياض.

" كشف الاستار عن زوائد البزار " للامام الحافظ نور الدين الهيثمی، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الاولی ١٣٩٩/١٩٧٩ .

" المستدرك " للامام الحافظ ابو عبد الله الحاكم النيسابوری ، دار الحرمين قاهرة، الطبعة الاولی ١٤١٧/١٩٩٧ .

" مجمع البحرين فی زوائد المعجمين" للامام الحافظ نور الدين الهيثمی، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الاولی ١٤١٣/١٩٩٢ .

" المعجم الاوسط " للامام ابی القاسم سليمان بن احمد الطبرانی ، دار الحرمين قاهرة، الطبعة الاولی ١٤١٥/١٩٩٥ .

" المعجم الصغير " للامام ابی القاسم سليمان بن احمد الطبرانی ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولی ١٤٠٣/١٩٨٣ .

" معجم البلدان " للشيخ ياقوت الحموی، دار صادر بيروت، الطبعة ١٣٩٧/١٩٧٧ .

"المسند " للامام احمد ابن حنبل ، مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الاولی ١٤١٦/١٩٩٥ .

"المواهب اللدنية" للامام احمد بن محمد القسطلانی، المكتب الاسلامی بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٥/٢٠٠٤.